قرآن وسنت کی رو سے ہر قسم کے صرفی وتجارتی سود کی حرمت' اس کی معاشی' معاشرتی' اخلاقی اور ایمانی وروحانی قباحتوں اور اقتصادی ومعاشی نظام میں اس کی نحوست اور تباہ کاریوں پر وطن عزیز میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ہمارے لائق احترام علماء دین' دینی جذبہ رکھنے والے اسلام پسند قانون دان طبقہ' ماہرین اقتصادیات اور اسلامی نظریاتی کونسل نے اس سلسلے میں گراں قدر علمی خدمات سرانجام دی ہیں۔ جہاں تک غیر سودی بنکاری اور موجودہ بنکنگ سسٹم کے مقابلے میں سود سے پاک اور محفوظ و تسلی بخش بنکنگ سسٹم اور مناسب وقابل عمل تجاویز وصورتوں کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں بھی بہت سا کام ہو چکا ہے اور اگر اس کے اندر خدانخواستہ کوئی خامی بھی ہے تو عدالت نے اپنے موجودہ فیصلے میں حکومت کو ایک بااختیار اقتصادی کمیشن تشکیل دینے کا حکم دیا ہے جو پہلے سے موجود غیر سودی بنکاری کی مجوزہ صورتوں میں مناسب ردوبدل کر سکتا ہے۔ اصل بات تو نیک نیتی' صدق دل اور جیسا کہ فاضل عدالت نے حکومت سے کہا ہے "سنجیدہ کوشش" کی ہے۔ جب کسی معاملے میں "سنجیدہ کوشش" کی جاتی ہے تو تجربہ' عام مشاہدہ اور انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ بڑے پیچیدہ' مشکل اور بظاہر لاینحل قسم کے مسائل کا حل بھی نکل آیا کرتا ہے۔

اے جذبۂ دل جب میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے
منزل کی طرف دوگام بڑھوں اور منزل سامنے آجائے

باقی رہی یہ غلط فہمی یا سوچ کہ سود کے خاتمہ کیلئے کوئی مفصل لائحہ عمل یا بلاسود بنکاری کی سو فیصد کامیاب متبادل صورت چونکہ موجود نہیں' اس لئے فوری طور پر سود کو ختم کر کے متبادل صورتیں اختیار کرنا ممکن نہیں' تو یہ محض عذر لنگ یا شیطانی دھوکہ ہے۔ سوال طلب بات یہ ہے کہ کیا بلاسود بنکاری کا نظام جس کا نفاذ شرعاً واخلاقاً ہمارا فریضہ ہے' شروع کرنے سے قبل کوئی تفصیلی نقشہ' خاکہ یا بلو پرنٹ بنانا ضروری ہے؟ جب موجودہ سودی بنکاری نظام کا آغاز ہوا تھا اور بنک بننا شروع ہوئے تھے تو کیا اس نظام کا پہلے سے کوئی نقشہ' خاکہ یا بلو پرنٹ موجود تھا؟ اصولی طور پر یہ طریق کار ہی ٹھیک نہیں کہ پہلے آپ تفصیلی بلو پرنٹ کے انتظار میں بیٹھے رہیں اور اگر کبھی وہ تیار ہو جائے تو پھر کام شروع کریں۔ اس کا نتیجہ تو لازماً شیخ سعدی کے بقول "تا تریاق از عراق آرند مار گزیدہ مردہ باشد" والا نکلے گا۔ اس طرح کے تمام معاملات میں پہلے کام شروع ہوتا ہے پھر کام جیسے جیسے آگے بڑھتا جاتا ہے بلو پرنٹ تیار ہوتے جاتے ہیں۔ مسلمانان برصغیر قائداعظمؒ کی قیادت میں جب قیام پاکستان کا مطالبہ کر رہے تھے تو کیا یہاں کی معاشیات کا' سیاسی نظام کا' دستور سازی کا' صنعت کاری کا' زراعت کا' اور کئی دیگر معاشرتی' ریاستی وحکومتی معاملات کا کوئی بلو پرنٹ تیار تھا؟ ہر گز نہیں۔

مختصر یہ کہ اللہ ورسول ﷺ کے حکم ومنشا اور حالیہ عدالتی فیصلے کے مطابق جب مالیاتی نظام میں

سودی قوانین کی جگہ غیر سودی قوانین بنائے جائیں گے اور ان کی روشنی میں بلا سود بنکاری کی طرف مخلصانہ قدم اٹھایا جائے گا تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارا یہ قدم بالکل غلط اٹھے اور یہ راہ ہمارے لئے آسان نہ ہو۔ اللہ کریم نے وعدہ فرما رکھا ہے :

"وَالذِیْنَ جَاھَدُوا فِیْنَا لَنَھْدِیَنھُمْ سُبُلَنَا وَاِن اللہ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْن" (العنکبوت : ٦٩)

(اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقت اٹھائیں گے ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھا دیں گے اور بے شک اللہ کریم خلوص والوں کے ساتھ ہے۔)

عدالتِ عظمٰی نے اپنا ایمانی و قانونی و آئینی فریضہ ادا کر دیا ہے۔ اب جہاں حکومت کے اقتصادی و معاشی ماہرین اور ذمہ داران پر یہ بھاری ذمہ داری آن پڑی ہے کہ وہ عدالتی فیصلے اور ہدایت کے مطابق مقررہ مدت کے اندر اس مسئلے کا کوئی معقول اور قابل عمل حل نکالیں وہاں عوامی سطح پر علمائے کرام، فقیہ صاحبان، وکلاء، اقتصادی ماہرین اور اسلامی نظام یا نظام مصطفٰے ﷺ کا نعرہ لگانے والی دینی و سیاسی جماعتوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اس سلسلے میں کسی ٹھوس کام کے ذریعے حکومت اور بنکوں و مالیاتی اداروں کی علمی و عملی راہنمائی کریں۔ کیونکہ اب محض نعرہ بازی اور جلسے جلوس سے کام نہیں چلے گا۔

ہماری دعا ہے اللہ کریم عدالت عظمٰی کے اس تاریخی فیصلہ کی طرح حکومت کو بھی اس فیصلہ پر "تاریخی عمل در آمد" کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ امر طے ہے اور اب تجربہ سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ جب تک مالیاتی نظام کے کنویں سے سود کا "مردار" نہیں نکالا جائے گا مالیاتی نظام کا کنواں کبھی پاک نہیں ہو گا۔

سعد اللہ

مدیر مسئول

شریعت کی ارتقائی تاریخ

تحریر: پروفیسر حافظ محمد اسلم، گورنمنٹ ڈگری کالج بوریوالہ، ضلع وہاڑی۔

جس طرح کائنات کی ہر چیز اپنے وجود کیلئے مختلف مدارج طے کرتے ہوئے آگے بڑھتی ہے اور جس طرح انسان اپنے بچپن اور جوانی کے مراحل سے نکل کر اپنی پختگی کو پہنچتا ہے اسی طرح شریعت بھی متعدد منازل سے گزر کر بالاخر حضور علیہ اسلام کے زمانے میں اپنی تکمیل کو پہنچی۔ ارتقاء کا یہ سفر ہزاروں سالوں پر محیط اور سینکڑوں رسولوں کی تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ یہ ارتقاء صرف شریعت کا ہی ارتقاء نہیں بلکہ در حقیقت نسل انسانی کا ارتقاء ہے کہ جوں جوں معاشرہ آگے بڑھا، ضرورتیں اور تقاضے پیدا ہوئے ھدایت و شریعت اترتی گئی۔ حتیٰ کہ حضور علیہ السلام کے دور میں شریعت کا یہ گلشن پر بہار ہوا اور پھر ۱۴۰۰ سال قبل اسکی جو سر سبزی و شادابی تھی وہ آج بھی قائم ہے اور نسل انسانی اس سے خوشہ چیں ہو رہی ہے۔

لفظ شریعت کے معنی امام راغب کے ہاں واضح راستہ اور طریقہ کے ہیں۔ پھر یہ لفظ طریقہ الٰیہ کیلئے مستعار ہو گیا(۱)۔ آج کل اس کا ایک مترادف لفظ فقہ ہے جو کہ کثیر الاستعمال ہے۔

اگر ہم ماضی بعید کی طرف پلٹیں تو اس طریقہ الٰیہ کیلئے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ اسلام کے جنت سے خروج کے وقت ہدایت کا لفظ بولا گیا تھا نمبر(۲) جو کہ عقائد احکام اخلاق یعنی تمام اسلامی تعلیمات پر حاوی ہے پھر یہ لفظ تمام انبیاء کی تعلیمات کیلئے بھی اختیار کیا گیا۔(۳)

اس سلسلے کا دوسرا لفظ دین ہے۔ جس کا اولیں اطلاق حضرت نوح علیہ اسلام کی نسبت سے ہوا۔(۴) اس کے معنی بدلہ اور شریعت کے ہیں(۵) تاہم اب اس کا زیادہ تر استعمال عقائد پر ہوتا ہے۔

اس قسم کا تیسرا لفظ ملت ہے۔ جس کا پہلا اطلاق حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے حوالے سے ہوا۔(۶)

تاہم یہ دونوں الفاظ مشرکانہ مذاہب کیلئے بھی بولے گئے۔ ملاحظہ ہو سورہ کافرون اور سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ اسلام کا قول کہ میں نے غیر مومنین کی ملت چھوڑ دی ہے۔(۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے اور توراۃ کی شکل میں احکام الٰہی کا مجموعہ لائے۔ اس لفظ کے معنی ہی شریعت کے ہیں بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے آپ کی تعلیمات میں احکام و قوانین کا حصہ کم اور اخلاق کا زیادہ تھا۔ غالباً اسی لئے آپ کی نسبت سے کوئی نیا لفظ نہیں ملتا

سلسلہ نبوت کی آخری کڑی یعنی حضور علیہ اسلام کی تعلیمات کیلئے سبیل اور صراط (۸) کے نئے الفاظ نظر آتے ہیں۔ نیز نور کا لفظ بھی ہے جو کہ ہدایت کا مترادف ہے۔ ہدایت اور نور کے یہ الفاظ توراۃ کیلئے بھی استعمال ہوئے ہیں مثلاً:

انا انزلنا التوراۃ فیھا ہدی و نور (۹)

(اسی طرح یہ الفاظ قرآن کیلئے بھی ہیں۔ مثلاً ھدی للمتقین (۱۰) اور

واتبعوا النور لذی انزل معه (۱۱) (مگر دونوں جگہ انداز بیاں میں فرق ہے۔)

یعنی قرآن کو سراپا ہدایت و نور کہا گیا۔ جبکہ تورات کو جزوی طور پر ہدایت و نور کہا گیا۔ ابتدائی تعارف کے بعد اب اسی بحث کو تفصیلی انداز میں دیکھئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت

آپ کی شریعت پر باقاعدہ بحث سے پہلے شرعی احکام کی ترتیب بیان کی جاتی ہے تا کہ شریعت کی ارتقائی تاریخ سمجھنے میں آسانی ہو۔ چنانچہ فقہی ابواب کی ترتیب یہ ہے۔ عبادات، ماکولات یعنی خوردونوش، مناکحات، نظام منزلی، احکام سلطانی، عقوبات۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شریعت کا باقاعدہ آغاز حضرت نوح علیہ السلام سے ہوا۔ کیونکہ اسکی پہلی نسبت آپ ہی کی طرف کی گئی ہے۔ مثلاً:

شرع لکم من الدین ماوصی به نوحا (۱۳)

(تمہارے لئے وہ شروع کیا جس کا حکم نوح کو دیا تھا۔)

اس طرح حضرت آدم علیہ اسلام کی ذات کے حوالے سے گو شریعت کا ذکر نہیں ملتا مگر فی الجملہ اس کا آغاز آپ کی ذات سے ہو گیا تھا کیونکہ جس طرح آپ کو ابوالبشر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اسی طرح پہلے نبی ہونے کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہے۔ حضور علیہ السلام سے سوال ہوا۔

انبیا کان آدم قال نعم مکلم (۱۴)

(کیا آدم نبی تھے آپ نے کہا ہاں ان سے کلام بھی کیا گیا۔)

جب آپ نبی تھے تو لازم ہے کہ آپ کے پاس شریعت بھی ہو نیز ارشاد باری ہے۔

وماخلقت الجن والانس الالیعبدون (۱۵)

(میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے ہی پیدا کیا)

جب جن وانس کی تخلیق کا بینادی مقصد ہی عبادت ہے۔
تو پھر اس کے طور طریقے بھی ضرور بتلائے گئے ہونگے۔ ابو نصیر قشیری کا قول ہے۔
فان الله لم يخل زمانا من شرع ولم يخل شرع من صلدة(١٦)
(اللہ نے کوئی زمانہ شریعت سے خالی نہیں رکھا اور نہ ہی کوئی شریعت نماز سے خالی رہی۔)
نماز کو تسلیم کر لینے کے بعد طہارت اور ستر عورت کے احکام کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ انکے بغیر نماز نہیں ہوتی ویسے بھی ستر عورت انسانی فطرت میں شامل ہے جیسا کہ حضرت آدم وحوا کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ جب شجر ممنوعہ کے کھانے پر ان کا ستر کھل گیا تو پتوں کے ذریعے انہوں نے اپنے جسم کو ڈھانپا۔ ابو بکر جصاص کے بقول اس آیت سے ستر عورت کی فرضیت ظاہر ہوتی ہے۔(۱۷)
نماز کے بعد زکواۃ کی بحث ہے۔ حسن کا قول ہے کہ ایسا کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا جس پر نماز اور زکواۃ فرض نہ ہوئی ہو۔(۱۸)
روزے کے متعلق خود قرآن کا بیان ہے۔
يايهاالذين آمنواكتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم(١٩)
(اے ایمان والو روزے تم پر فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے۔)
خازن نے اس آیت کی تفسیر میں رورے کی فرضیت کا ذکر حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے کیا ہے۔(۲۰) جدید تحقیقات کے مطابق بھی روزے کی قدامت مسلمہ ہے۔ اور یہ مختلف قدیمی مذاہب کی عبادات کا حصہ رہا ہے۔(۲۱)
قربانی: یہ بھی حضرت آدم علیہ اسلام کی شریعت میں نظر آتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔
فتقربا قربانا فتقبل من احدهما ولم يتقبل من الاخر.(٢٢)
حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں نے قربانی پیش کی ان میں سے ایک (ہابیل) کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے (قابیل) کی قربانی نامنظور ہوئی۔ تاہم اس جگہ ایک بحث بھی ہے۔ حسن کا قول ہے کہ آدم کے بیٹوں سے مراد حقیقی بیٹے نہیں۔ بلکہ یہ لفظ مجازا بولا گیا ہے اور اس واقعہ کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے۔ کیونکہ قربانی قبول ہونے کی حسی علامت اس سے پہلے نہیں تھی جبکہ اس واقعہ میں حسی علامت ہے۔ تاہم ابو بکر جصاص نے خود ہی اس قول کی تردید کردی کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ شخص کو دفن کرنے کا طریقہ کوے سے سیکھا۔ اگر واقعہ کا تعلق بنی اسرائیل سے ہوتا تو مردہ کو دفن کرنے کا طریقہ پہلے سے رائج ہونے کی بناء پر معلوم ہوتا لهذا اس قربانی کا تعلق حضرت آدم کے

حقیقی بیٹوں سے ہے۔(۲۳)

اس بحث سے معلوم ہوا کہ آپکی شریعت میں عبادات کا باب تھا۔ جس میں نماز اور زکوٰۃ کے علاوہ روزہ بھی موجود تھا۔ مزید یہ کہ حج کرنے کی روایت بھی ملتی ہے۔(۲۴)

ابدی صداقتیں

کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کا تعلق ابدی صداقتوں کے ساتھ ہیں۔ اس لئے انکی حلت و حرمت مسلمہ ہے اور شریعت کا حصہ رہی ہیں مثلاً قربانی کے مندرجہ بالا واقعہ میں قرآن نے ہابیل کا یہ بیان نقل کیا۔

ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف الله رب العالمین انی ارید ان تبوء باثمی واثمک فتکون من اصحب النار و ذالک جزاء الظالمین.(۲۵)

(میں تجھے قتل کرنے کیلئے اپنا ہاتھ نہیں بڑھاوں گا میں سب جہانوں کے رب اللہ سے ڈرتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے گناہ کے ساتھ لوٹے پھر آگ والوں میں سے ہوجائے۔ اور ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔

اسی لئے قرطبی نے اسکی تفسیر میں لکھا کہ اللہ نے تمام شریعتوں میں قتل کو حرام ٹھہرایا ہے۔(۲۶)

مندرجہ بالا آیت سے قتل کی شدید حرمت ظاہر ہوتی ہے۔ مگر اسی میں صرف اخروی سزا کا بیان ہے۔ دنیوی سزا کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔ جسکی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس وقت نہ کوئی قوت نافذہ تھی نہ حاکمہ جو اس سزا کو نافذہ کرتی۔

حرمت زنا

ارشاد باری ہے

ولاتقربوالزنا انه کان فاحشه(۲۷)

(زنا کے قریب نہ جاو بے شک وہ برا کام ہے)

اللہ تعالی نے زنا کو فحش عمل سے تعبیر کیا ہے۔ اس لئے شریعت نازل ہونے سے قبل ہی وہ عقلی اعتبار سے برا عمل ٹھہرا(۲۸)

اسی اصول کی بناء پر دیگر ایسے افعال جو عقلی لحاظ سے برے ہیں۔ وہ بھی اسی قبیل میں داخل ہیں۔ مثلاً چوری ڈاکہ وغیرہ۔

پاکیزہ خوراک

خوردونوش کے متعلق قرآن مجید کا عموی حکم ہے۔

یایھاالرسل کلوامن الطیبات واعملواصالحا (۲۹)

(اے رسولو پاکیزہ خوراک کھاؤاور نیک عمل کرو) اس آیت میں تمام انبیاء کو خطاب ہے اور پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم بھی ابدی صداقت ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے ہی نافذ ہوگا اسی طرح غیر طیب چیزوں کی بھی کچھ وضاحت ہے۔ مثلاً حضرت ابوذر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

انبیا کان (آدم) مرسلا قال نعم وانزل علیھم تحریم المیتتہ والدم ولحم الخنزیر (۳۰)

(کیا آدم نبی مرسل تھے آپ نے کہا ہاں، اوران پر مردار، خون اور سور کی حرمت کے احکام نازل کئے)

یہ مختصر سا بیان ہے۔ البتہ تورات کے حوالے سے ماکولات کی ایک فہرست ملتی ہے۔

اور خداوند نے کہا دیکھو میں تمام روئے زمین کی کل بیج دار سبزی اور ہر درخت جس میں اس کا بیج دار پھل ہو تم کو دیتا ہوں۔ یہ تمہارے کھانے کو ہیں۔ اور زمین کے کل جانوروں کیلئے اور ہوا کے کل پرندوں کیلئے اوران سب کیلئے جوزمین پر رینگنے والے ہیں۔ جن میں زندگی کا دم ہے۔ کل ہری بوٹیاں کھانے کو دیتا ہوں (۳۱)

نکاح کے معتلق حکم تھا کہ جڑواں بہن سے شادی نہ کی جائے (۳۲)

اس طرح آپکی شریعت میں پہلے دو ابواب یعنی عبادات اور ماکولات سے متعلق احکام تھے۔ معاملات کے احکام بھی تھے۔ مگر حدود اور تعزیرات کے بغیر۔ مجموعی طور پر اس شریعت میں آزادیاں زیادہ تھیں اور پابندیاں کم۔ اس بناء پراس دور کو شریعت کا بچپن کہ سکتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ قرآن نے لفظ شریعت کا باقاعدہ اطلاق نہیں کیا۔ یا پھر قرآن کی اصطلاح میں عقائد یعنی توحید کا بیان اور شرک کی تردید بھی شریعت کا حصہ ہے اور چونکہ حضرت آدم کے دور میں کفر وشرک نہ تھا اس لئے شریعت کی ضرورت نہ تھی۔ لھذا شریعت کا لفظ نہیں بولا گیا۔

بہر حال اس شریعت کا تعلق صرف مسلمانوں سے تھا۔ کیونکہ اس وقت کافروں کا وجود نہ تھا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے حضرت آدم کے بیٹے قابیل کو کافر قرار دیا۔ (۳۳) مگر صحیح قول یہی ہے کہ وہ برا

شخص تھا اسی لئے ہابیل نے اسے قتل کرنا پسند نہ کیا۔ اسی طرح قرآن نے اس کیلئے ظالم، خاسر اور اصحب النار کے الفاظ استعمال کئے۔(۳۴)مگر کافر کا لفظ نہیں بولا۔ نیز عقلی لحاظ سے بھی یہ بات بعید ہے کہ بالکل ابتدائی دور میں کفر و شرک وجود میں آگیا ہو لھذا یہ دور صرف مسلمانوں کا ہوگا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت

آپ کا شمار اولوالعزم ابنیاء میں ہوتا ہے اور آپکو اساس الانبیاء بھی کہا گیا ہے آپکی نسبت سے قرآن مجید نے کسی صحیفے کا ذکر نہیں کیا۔ تاہم دیگر مذاہب مثلاً ہندومت اور صابئی مذہب کے حوالے سے اس کے آثار ملتے ہیں۔(۳۵)قرآن مجید کے بیان کے مطابق آپ پہلے صاحب شریعت نبی تھے۔(۳۶)ابن خلدون کا بیان ہے۔ سب سے پہلے نوح علی نبیہ وعلی نبیناعلیہ الصلاۃ والسلام کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ ادریس کے بعد وہ نبوت سے سرفراز کئے گئے۔ یہ پہلے نبی ہیں جنکی شریعت نے آدم کی شریعت کو منسوخ کیا۔(۳۷)

مندرجہ بالااقتباس سے درج ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت ادریس علیہ السلام کی نبوت کا زمانہ، حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے ہے۔
۲۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس بھی شریعت تھی۔(جسکی تفصیل گزر چکی)
۳۔ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت منسوخ ہوئی۔
۴۔ نسخ کا یہ عمل حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہو گیا تھا اس سے نظریہ نسخ کے حامیوں کی تائید ہوتی ہے۔
۵۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس شریعت تھی اور وہ ناسخ بنی۔

ابن خلدون کے مندرجہ بالااقتباس میں منسوخ احکام کی وضاحت نہیں۔ مگر دیگر روایات سے اس پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً تورات کا بیان ہے۔

ہر چلتا پھرتا جانور تمہارے کھانے کو ہوگا، ہری سبزی کی طرح میں نے سب کا سب تم کو دیا، مگر تم گوشت کے ساتھ خون کو جو اسکی جان ہے نہ کھانا۔(۳۸)

اسی طرح ابن کثیر کا بیان ہے

نوح علیہ السلام جب کشتی سے اترے۔ تب تمام حیوانات کا کھانا جائز تھا۔ لیکن پھر بعض کی حلت منسوخ ہو گئی۔(۳۹)

آپکی شریعت سے متعلق تیسرا حوالہ یہ ملتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں۔ جنہوں نے بیٹیوں ، بہنوں اور ماؤں کے ساتھ حرمت نکاح کے احکام بتلائے۔ (۴۰)

مندرجہ بالاعبارتوں سے نسخ کے عمل کی تشریح معلوم ہوتی ہے۔ کہ بعض جانور یعنی حشرات الارض کی کچھ اقسام کو حرام قرار دیا گیا۔

ابن کثیر کی عبارت سے یہ اہم بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ نسخ کے عمل کیلئے یہی وقت موزوں تھا۔ کیونکہ کفار ختم ہوچکے تھے۔ اب صرف مومنین کی جماعت تھی۔ مخالفت کا خوف نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام کے نفاذ کیلئے حالات وزمانہ کی رعایت رکھنا قدیمی دستور ہے۔ اسی سے اصول فقہ کی بنیاد پڑتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں روزے رکھنے کا واضح ذکر نہیں ملتا۔ مگر حضرت نوح علیہ السلام کے ہاں ماہ رمضان کے روزوں کا ثبوت ملتا ہے۔ (۴۱)اسی طرح قربانی کا بھی واضح ثبوت ہے کہ نوح نے مذبح پر سوختنی قربانیاں چڑھائیں۔ (۴۲)غالباطوفان سے نجات پر یہ شکر کی قربانی تھی۔

اس مجموعی بحث سے معلوم ہوا کہ آپ کی شریعت نے عبادات کے باب کو وسعت دی، ماکولات میں ترمیم و تنسیخ کی، مناکحات میں قدم رکھا، اس طرح شریعت کے ارتقاء کے تین مدارج طے ہوئے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی شریعت

آپکی ذات سے متعلق ارباب سیر و تاریخ کا بیان اس طرح ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام ، حضرت نوح علیہ السلام سے ایک ہزار سال پہلے، حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے بتلائے جاتے ہیں۔ اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد پہلے نبی ورسول ہیں۔ جن پر اللہ تعالی نے تیس صحیفے نازل فرمائے۔ سب سے پہلے ناپ تول کے طریقے بھی آپ نے ایجاد کیئے اور اسلحہ کی ایجاد بھی آپ سے شروع ہوئی۔ آپ نے اسلحہ تیار کر کے بنو قابیل سے جہاد کیا۔ (۴۳)

اس جگہ یہ امر توجہ طلب ہے کہ مندرجہ بالاعبارت کی بنیاد پر حضرت ادریس علیہ السلام ، حضرت نوح علیہ السلام سے ایک ہزار برس پہلے گزرے۔ دوسری طرف تخلیق آدم اور ولادت نوح میں ۱۰۵۶ سال کی مدت بتلائی جاتی ہے۔ (۴۴)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ۵۶ سال تھی۔ جبکہ آپکے پہلے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت آدم کی عمر ۱۳۰ سال تھی۔(۴۴)

اس بناء پر تاریخی لحاظ سے یہ مطابقت درست نہیں ٹھہرتی اور حضرت ادریس کی زمانی تقدیم درست معلوم نہیں ہوتی۔ غالبا اسی وجہ سے حفظ الرحمن سیوہاوی نے بھی حضرت ادریس کا تذکرہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کیا ہے۔(۴۴)اور ابو عبداللہ قرطبی کا بھی یہی نظریہ ہے۔(۴۵)

تشریعی ارتقاء کے حوالے سے دیکھیں تو بھی یہی رائے درست معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت ادریس علیہ السلام کی شریعت اس طرح منقول ہے۔

تمام امور میں عدل و انصاف کو پیش نظر رکھنا اور مقررہ طریقہ پر عبادت الہی کرنا اور ایام بیض کے روزے رکھنا۔ دشمنان اسلام سے جہاد کرنا۔ زکواۃ ادا کرنا۔ طہارت و نظافت سے رہنا، خصوصیت کے ساتھ جنابت سے۔ کتے اور سور سے اجتناب کرنا، ہر نشہ آور چیز سے پرہیز کرنا۔(۴۶)

اس سے معلوم ہوا کہ آپکی شریعت خاصی وسیع تھی۔ یعنی عبادات، معاملات، ماکولات اوراحکام سلطانی تک حاوی تھی۔ جس سے اس وقت کے معاشرتی ارتقاء پر روشنی پڑتی ہے۔ جبکہ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت اور معاشرہ اس سے کم تر نظر آتا ہے۔ کیونکہ آپ اپنی تبلیغ میں قوم کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور جواب میں قوم ہی آپکو دھمکیاں دیتی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خالصتا قبائلی نظام تھا اور حکومت کا نام و نشان نہ تھا جبکہ ادریس علیہ السلام کے معاشرے اور تعلیمات سے باقاعدہ حکومت کا وجود جھلکتا ہے۔ اس بناء پر اگر حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ حضرت ادریس کے بعد ہو تو اس سے معاملہ معکوس ہوجائیگا اور رجعت قہقری کا احساس ہوگا۔

۲۔ اگر حضرت نوح کا زمانہ بعد کا ہو تو پھر آپکی شریعت کو حضرت ادریس کی شریعت کا ناسخ ہونا چاہیے۔ نہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کا۔ کیونکہ پچھلا زمانہ اور شریعت حضرت ادریس کی تھی۔

۳۔ حضرت نوح علیہ السلام کی ناسخ اور حضرت آدم علیہ السلام کی منسوخ شریعت میں ایک خاص قسم کا ربط پایا جاتا ہے۔ یعنی محدود احکام اور ابتدائی چیزیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے درمیان تیسری شریعت نہ تھی۔

۴۔ تاریخی بیان کے مطابق لوگ طوفان کے بعد منتشر ہوئے اور زمین میں پھیل گئے۔(۴۷)دوسری طرف

بیان ہے کہ حضرت ادریس اور انکی جماعت مصر کی طرف ہجرت کر گئی۔(۴۸)اگر حضرت ادریس کا زمانہ نوح سے قبل ہو تو دونوں روایتوں میں تعارض لازم آتا ہے۔کہ طوفان سے قبل ہی لوگ شام و عراق سے مصر کی طرف منتقل ہوگئے تھے۔

بہرحال حضرت ادریس علیہ السلام کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے تبلیغی مشن میں کامیاب رہے۔ پیروکاروں کی خاصی جماعت مہیا ہوئی۔ انکے ذریعہ مخالفین سے جہاد کیا۔ اس طرح دینی سیادت کے ساتھ ساتھ دنیوی سیادت بھی حاصل ہوئی۔ نتیجہ یہ کہ شریعت پانچویں باب یعنی احکام سلطانیہ میں داخل ہوئی۔

حضرت ھود علیہ السلام کی شریعت

آپکی قوم کا نام عاد تھا۔ جس کا ذکر قرآن مجید نے اس طرح کیا۔ واذکروا اذجعلکم خلفاء من بعد قوم‌نوح .(۴۹)تم اس وقت کو یاد کرو جب تمہیں قوم نوح کے بعد جانشین بنایا۔

اس سے پھر وہی بحث چھڑتی ہے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ قوم عاد سے متصل تھا اور حضرت ادریس ان سے بھی پہلے تھے کیونکہ قرآن نے قوم عاد کو قوم نوح کا جانشین بتلایا ہے۔ اگر حضرت ادریس کا زمانہ نوح کے بعد ہوتا تو قوم عاد کو ادریس کا جانشین قرار دیا جاتا۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام ملک مصر میں آباد ہوگئے تھے۔ وہی آپکا مرکز تھا۔ حضرت نوح کا تعلق عراق اور شام سے تھا۔ شام کی دوبارہ آبادی کے بعد امم سامیہ کی ترقی عاد ہی سے شروع ہوئی تھی۔ (۵۰)لہذا یہی انکے خلفا تھے نہ کہ حضرت ادریس اور انکی قوم جو کہ مصر میں آباد ہو گئی تھی۔

حضرت ھود علیہ السلام کا ذکر قرآن میں سات مقامات پر آیا ہے۔ جن میں آپکی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر ہے۔ مگر شریعت کا کہیں بیان نہیں۔ نیز قرآن عزیز کے علاوہ کوئی تاریخ کی کتاب یا توراۃ،عاد کے متعلق روشنی نہیں ڈالتی۔ اس لئے اس قوم کے حالات کا نقشہ یا قرآن عزیز کے ذریعہ بن سکتا ہے۔ اور یا پھر ان اثریات کے ذریعہ جو محققین علم الاثار نے اس راہ میں حاصل کی ہیں۔(۵۱)

بہرحال ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ صاحب شریعت نبی تھے۔ اسکی دلیل سن ۱۸ھ میں دریافت ہونے والا ایک کتبہ ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

ہمارے حکمران وہ سلاطین ہیں۔ جو بدکاری سے بہت دور ہیں۔ غداروں اور خیانت کاروں کے حق میں بہت سخت ہیں۔ وہ ہمارے لئے ھود کے مذھب کے مطابق شریعت قائم کرتے ہیں۔(۵۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس قوم میں باقاعدہ حکومت قائم ہوئی اور متعدد صالح حکمران گزرے۔ انکے پاس ھود علیہ السلام کی شریعت تھی۔(۳) وہ شریعت سرکاری آئین تھی اور اس کے مطابق مجرموں کو سزا ملتی تھی۔ اس طرح یہ شریعت سرکاری سطح پر نافذ تھی گویا شریعت کا ارتقاء چھٹے اور آخری باب پر پہنچ گیا۔

اس ارتقائی تاریخ سے یہ فقہی اصول حاصل ہوئے۔(۱) نسخ جائز ہے اور قدیم زمانہ سے یہ عمل جاری ہے(۲) احکام میں اضافہ بتدریج ہوا۔(۳) احکام کے نزول میں حالات و زمانہ کی رعایت ملحوظ رکھی گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ۲۲۰۰ قبل از مسیح ہے۔(۵۳) آپ عراق کے شہر ار میں پیدا ہوئے۔ اپنی قوم کو توحید کی تبلیغ کی پھر حکومت اور کلدانی قوم کی مخالفت کی وجہ سے ہجرت کر کے مصر چلے گئے۔ وہاں سے واپس آکر عرب و شام کی سرحد کا رخ کیا۔ اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو اردن کی طرف بحیرہ مردار کے علاقے میں تبلیغ کیلئے بھیجا۔ حضرت اسماعیل کو وادی فاراں یعنی مکہ میں آباد کیا۔ جحضرت اسحاق کو فلسطین اور تیسرے بیٹے مدین کو بحیرہ احمر کی طرف بھیجا۔ جسے انہی کے نام سے مدین کہا جاتا ہے۔(۵۴)

روایات کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے۔(۵۵)ان صحیفوں کے نزول کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔(۵۶) آپکے بیٹے حضرت اسماعیل واسحاق اور پوتے یعقوب بھی تھے اور ان تینوں پر بھی صحیفے نازل ہوئے۔ مگر انکی شریعتوں کا ذکر ضمنی طور پر حضرت ابراہیم کی شریعت ہی میں درج کردیا جاتا ہے۔ کیونکہ نہ تو انکی شریعت کا صاف اور واضح خاکہ نظر آتا ہے اور نہ ہی قرآن نے انہیں صاحب شریعت نبی قرار دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام گو جلیل القدر نبی تھے۔ مگر حیرت ہے کہ توراۃ آپ کی شریعت کے ذکر سے بالکل خاموش ہے۔ بہر حال آپ کی نسبت سے جن احکام کا ثبوت ملتا ہے۔ ان میں سرفہرست طہارت کے احکام ہیں۔ جو کہ عبادت کے مبادیات ہیں۔ مثلاً حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اللہ تعالی نے دس فطری احکام سے اپکی آزمائش۔ جن میں سے پانچ کا تعلق سر کے ساتھ ہے، مونچھیں کاٹنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، مانگ نکالنا۔ پانچ کا تعلق جسم کے ساتھ ہے۔ ناخن

کاٹنا، بغلیں صاف کرنا، موئے زیرناف صاف کرنا، ختنہ کرنا، پانی سے استنجا کرنا۔(۵۷)اسی طرح آپ کے پیروکاروں کے حوالے سے غسل جنابت کا ذکر بھی ملتا ہے۔(۵۸)چونکہ کوئی شریعت نماز سے خالی نہیں۔ اس لئے نماز کا ہونا تو مسلم ہے۔ توراۃ میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ مثلاً ابراہیم نے بیت ایل کے پاس قربان گاہ بنائی اور خدا کا نام لیا۔(۵۹)خدا کا نام لینا پرانے صحیفوں میں نماز کی اصطلاحی تعبیر ہے۔ جسکی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے۔

وذکراسم ربہ فصلی(٦٠)(رب کا نام لیا پس نماز پڑھی)

آپ کے حوالے سے عبادت گاہوں اور قربان گاہوں کا ذکر خصوصیت سے ملتا ہے۔ جن میں سرفہرست بیت اللہ ہے۔ جسے آپ نے اپنے بیٹے اسماعیل کے ساتھ مل کر بنایا تھا۔ اسی طرح مزید دو قربان گاہوں کا ذکر بائیبل کے حوالے سے ملتا ہے۔(٦١)

عبادت گاہ بننے کے بعد ضرورت ہوتی ہے۔ کہ عبادت کیلئے مخصوص وقت اور مقررہ دن ہو۔ چناچہ ہفتہ کے سات دنوں میں سے جمعہ کا دن اس مقصد کیلئے مقرر کیا۔(٦٢)

عبادات کے ضمن میں ایک اہم حکم قربانی کا ہے۔ابراہیم علیہ السلام نے اس مقصد کیلئے اپنے بیٹے اسماعیل کی قربانی کرنا چاہی۔ مگر پھر خدا تعالی کے حکم سے دنبہ کی قربانی پیش کی۔(٦٣) کچھ قدر تبدیلی کے ساتھ اس واقعہ کی تفصیل بائیبل میں بھی موجود ہے۔(٦٤)

قبل از اسلام اہل عرب دو چیزوں کو خاص طور پر ابراہیمی باقیات میں سے شمار کرتے، حج اور ختنہ۔(٦٥) اس ختنہ کا ذکر بائیبل میں بھی موجود ہے۔ سب سے پہلا عہد جو ابراہیم سے ہوا ختنہ کا ہے۔ اپنی اولاد کا بھی اور زر خرید(غلام) کا بھی۔(٦٦)

عبادات کا ایک اہم رکن زکواۃ ہے۔ اسلامی روایات سے اس پہلو پر کوئی روشنی نہیں پڑتی البتہ بائیبل کی روایات سے کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مثلاً ابراہیم نے مال کا دسواں حصہ (کاہن کو) دیا۔(٦٧)غالباً یہ وہی صدقہ ہوگا۔ جو موسوی شریعت میں دہ یکی اور اسلام میں زمین کی پیداوار پر عشر کے نام سے نافذ ہے۔ اس دور میں آمدنی کا بڑا ذریعہ زمین ہی ہوتی تھی۔ لہذا اس کا ذکر خصوصیت سے موجود ہے

معاملات میں چند امور معلوم ہوتے ہیں۔ وہ بھی اولاد کے حوالے سے۔ مثلاً حضرت یعقوب کے بیٹے یہوداہ نے ایک عورت کے پاس رہن رکھا۔(٦٨) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوران سفر کاروبار کیلئے رہن کا استعمال ہوتا تھا۔اور یہ معاملہ صرف مردوں تک ہی محدود نہیں بلکہ عورتیں بھی یہ کاروبار کرتی تھیں۔

وراثت کے معاملے میں پہلوٹھے کا خاص مقام تھا کہ اسے دوگنا حق دیا جاتا۔(۶۹) نکاح کے سلسلے میں سوتیلی بہن سے شادی کرنا جائز تھا۔ خود حضرت ابراہیم نے اپنی بیوی سائرہ کے متعلق کہا تھا۔ کہ باپ کی طرف سے بہن ہے۔ ماں کی طرف سے نہیں۔(۷۰) اسی طرح دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز تھا جیسا کہ حضرت یعقوب کا قصہ ہے کہ پہلے اپنے ماموں کی بڑی بیٹی لیاہ سے شادی کی پھر اس کی چھوٹی بیٹی سے شادی کی۔(۷۱) معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے باب میں تقریباً حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت پر ہی عمل جاری تھا اور اس میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام کے حوالے سے لواطت اور ڈاکہ زنی کی حرمت واضح ہوئی ہے۔(۷۲) تعزیرات کی چند مثالیں بھی دستیاب ہیں۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب دوسری مرتبہ غلہ لینے گئے تو چوری کے الزام میں بنیامین کو روک لیا گیا۔ کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دین میں یہ اصول تھا کہ چوری کرنے پر غلام بنالیا جائے۔(۷۳)

معاشرے کا ایک عمومی جرم زنا ہے اس معاملے میں سزا بھی سخت رہی ہے۔ بائیبل میں ہے کہ حضرت یعقوب کے بیٹے یہوداہ نے کہا کہ اسے (کسبی عورت) کو باہر نکال لاؤ کہ جلائے جائے۔(۷۴) زنا کے جرم میں جلانے کی شدید سزا پر بظاہر حیرت ہوتی ہے۔ مگر اس دور میں یہ سزا عام تھی جیسا کہ بت شکنی کے جرم پر ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی جلانے کی سزا دی تھی۔ ضمنی طور پر یہ بھی معلوم ہوا کہ زنا کو قدیم زمانہ میں بھی شدید ترین جرم سمجھا جاتا تھا۔

خصوصیات۔

۱۔ عبادت گاہوں کی تعمیر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عبادت سے خاص شغف تھا۔ اس مقصد کیلئے آپ نے عبادت گاہیں بنائیں۔ جن میں سے تین کا ذکر خصوصیت سے ملتا ہے۔ جن میں سرفہرست خانہ کعبہ ہے۔ علاوہ ازیں دو قربان گاہوں کا ذکر ہے۔ جہاں خدا کی خوشنودی کیلئے قربانی پیش کی جاتی اسکی صورت یہ ہوتی کہ کسی خاص مقام پر حضرت ابراہیم کو خدا کا جلوہ دکھائی دیتا۔ آپ اس جگہ پتھر کھڑا کرتے اور وہ جگہ قربان گاہ بن جاتی۔(۷۵) بعدازاں عبادت گاہیں بنانے کا یہ سلسلہ آپکی اولاد میں بھی جاری رہا۔

۲۔ اجتماعیت۔ عبادت گاہ بنانے کے ساتھ ساتھ اس دور میں اجتماعیت کا رنگ پیدا ہو گیا تھا۔ یعنی اجتماعی شکل میں عبادات ادا کی جاتی تھیں۔ اسی لئے جمعہ کا دن مقرر کرنا پڑا۔ اجتماعیت کا شعور پیدا

ہونے کی وجہ آبادی کی کثرت اور معاشرے کا ارتقاء بھی ہوسکتا ہے۔ نیز آپ اگرچہ فلسطین کے غیر متمدن اور قبائلی طرز کے علاقے میں مقیم تھے جیسا کہ بائیبل سے اشارے ملتے ہیں۔مگر چونکہ آپ اس وقت دو متمدن ممالک یعنی عراق اور مصر کے حالات سے آشنا تھے اور ان میں سکونت کر چکے تھے۔اس لئے آپ نے اپنے مذھبی ماحول کو بھی اجتماعی شکل دی۔

آپکی شریعت میں معاملات یا تعزیرات کے احکام دستیاب نہ ہونے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ تبلیغی مصروفیات اور معاشرتی حالات کی وجہ سے اس کے مواقع ہی کم پیدا ہوئے ہوں۔ یا ناقلین نے بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا ہو۔ آپکی شریعت کے جو احکام دستیاب ہیں وہ بھی بائیبل میں مذکور واقعات سے ضمنی طور پر اخذ ہوتے ہیں۔ یا اہل عرب کی صدری روایات سے۔ورنہ بائیبل کے مرتبین نے تو ان کی تبلیغی مساعی کا بھی ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ خود کو دین ابراہیمی کے پیروکار کہلاتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔اس کے برعکس قرآن اپنے معمول کے مطابق انکے تبلیغی کارناموں کو بھرپور انداز میں نقل کرتاہے۔

موسوی شریعت

حضرت موسی علیہ السلام کی ولادت ۱۵۷۱ قبل از مسیح ہوئی۔ (۷۶) آپ جلیل القدر اولوالعزم اور صاحب شریعت نبی تھے۔ قرآن مجید نے آپ کی شریعت کا ذکر تیسرے نمبر پر کیا ہے۔ (۷۷) آپکی شریعت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔قبل از خروج مصر اور بعد از خروج مصر۔ قبل از خروج، آپ اپنی قوم بنی اسرائیل سمیت مصر میں آباد تھے۔ آپ کی قوم نہ صرف یہ کہ محکوم تھی بلکہ نہایت مظلوم بھی تھی۔غالباً اسی دور میں آپ پر دس صحیفے نازل ہوئے(۷۸)ان صحیفوں کا ذکر قرآن کریم میں بھی موجود ہے(۷۹)

عبادات کی ادائیگی میں اجتماعی انداز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے شروع ہوچکا تھا۔ قبل از خروج ، مصر میں بنی اسرائیل کیلئے نماز کی ادائیگی کا اجتماعی طریقہ بھی تھا اور عبادت خانے بھی تھے۔ جنھیں فرعون نے منہدم کردیا تھا۔اس بنا پر حکم ہوا کہ یہ لوگ اپنے گھروں میں نماز ادا کریں اور قبلہ رخ کا خیال کریں۔ قبلہ رخ بیت المقدس تھا یا کعبہ۔ دونوں قسم کی روایات ملتی ہیں۔اگر کعبہ تھا تو نزول توراۃ کے بعد بیت المقدس بنادیا گیا(۸۰)

اس دور میں اجتماعی قربانی کا بھی پتہ چلتاہے۔ اس کی ادائیگی میں بھی فرعون رکاوٹ ڈالتا تھا(۸۱)غالباً اسی دور میں قتل کا واقعہ پیش آیا۔جس کا قاتل معلوم کرنی کیلئے حضرت موسی علیہ السلام نے

قوم کو حکم دیا کہ گائے ذبح کریں (۸۲)

محکومیت و مظلومیت کا یہ دور فرعون کی تباہی کے ساتھ ختم ہوا۔ اس لحاظ سے یہ دور حضور ﷺ کی مکی زندگی سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس دور کی مزید تشریحی تفصیلات دستیاب نہیں۔

مصر سے خروج کے بعد بنی اسرائیل، فرعون کی غلامی سے آزاد ہو چکے تھے۔ اب حضرت موسی مذہبی امور کے علاوہ دنیوی معاملات میں بھی ان کے سربراہ تھے۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام بھی نبی اور آپ کے معاون کار تھے۔ بنواسرائیل لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ جنہوں نے مصر کے متمدن معاشرے میں زندگی گزاری تھی۔ اب انہیں اپنے لئے آئین وقوانین کی ضرورت تھی۔ چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام نے ارشاد خداوندی کے مطابق کوہ طور پر چالیس راتیں گزاریں۔ پھر انہیں توراۃ کے نام سے شریعت عطا کی گئی۔ پتھر کی سلوں پر اس کی تحریر من جانب اللہ تھی۔ (۸۳) یا حضرت موسی علیہ السلام نے خود ان ہدایات کو تحریر کیا تھا (۸۴) دونوں قسم کی روایات ملتی ہیں۔ نیز الواح کے ٹوٹنے کے بعد متبادل تختیاں عطا کی گئیں (۸۵) احکام وقوانین کا یہ ایک تفصیلی مجموعہ تھا۔ جس کے مفصل ہونے کا ذکر قران میں بھی موجود ہے۔ (۸۶) احکامات کی یہ تفصیل آج بھی بائیبل میں موجود ہے۔ یعنی بائیبل کے مختلف اجزاء مثلاً خروج، احبار، اور استثناء میں ان کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ قوانین زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہیں۔ ذیل میں ان کا مختصر تعارف کرایا جاتا ہے۔

ا۔ عبادات: اس باب میں پہلے نمبر پر نماز ہے۔ جو کہ ہر مذہب کا جز ہے۔ بنواسرائیل مصر میں نماز ادا کرتے تھے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ دوسرے نمبر پر روزہ ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے کوہ طور پر چالیس دن بھوکے پیاسے گزارے (۸۷) چالیسویں دن یعنی یوم عاشورہ کا روزہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ (۸۸)

زکواۃ کو دہ یکی کہا جاتا ہے۔ جو کہ زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ ہے۔ اسی طرح درختوں کے پھلوں اور جانوروں پر بھی یہ وصول کی جاتی ہے۔ (۸۹) نقدی کی صورت میں آدھا مثقال دینار واجب ہے (۹۰) توراۃ کے نزول کے وقت بنواسرائیل صحرائے سینا میں مقیم تھے۔ جہاں ان کی دولت کھیت اور غلہ وغیرہ تھے۔ اس لئے انکا تذکرہ بھی زیادہ ہے۔ جبکہ نقدی اور سکے وغیرہ اس جگہ کم تھے۔ اس لئے انکا ذکر بھی برائے نام ہے۔ نیز اس کے مصارف اور مقدار کی تفصیل بھی کم ہے۔ بعض اسلامی روایات میں ہے کہ یہود پر، ۵۰ نمازیں فرض تھیں۔ ربع مال کی زکواۃ تھی اور نجاست والے کپڑے کا کاٹنا فرض تھا (۹۱) مگر اس قسم کے بیانات کی تائید توراۃ سے نہیں ہوتی جبکہ علامہ آلوسی کے خیال میں یہ توراۃ کے

احکام نہیں بلکہ شدت پسندوں کے ذاتی اعمال تھے(۹۲)

۲۔ماکولات: یہ ایک وسیع باب ہے۔ جس میں جانوروں کی حلت وحرمت پر بحث ہے۔ اس میں چوپائے، پرندے، رینگنے والے جانور اور بحری جانوروں کے متعلق خاصی وضاحت ہے۔ یعنی ۲۰ کے قریب حلال پرندوں کاذکر نام کے ساتھ موجود ہے۔اسی طرح دس بحری جانوروں کے ذکر کے علاوہ کچھ اصول بھی بتلائے گئے ہیں۔ مثلاً جن کے پاؤں چیرے ہوئے ہوں اوروہ جگالی کرتے ہوں حلال ہیں۔ حرام جانوروں میں سے مردار، سور، درندے کے پھاڑے ہوئے، بتوں کے نام پر مذبوح جانور اور خون وغیرہ۔بحری جانوروں میں سے پروالے اور چھلکے والے حلال ہیں۔(۹۳)

جانوروں کی حلت وحرمت کی اس بحث کا قرآن کے ساتھ موازنہ کریں تو توراۃ میں یہ تفصیل نسبتاً زیادہ ہے۔

۳۔مناکحات: نکاح کے محرمات میں تقریباً قرآن والی فہرست ہے، اسی طرح زنا کی حرمت ، ہم جنسی، جانوروں سے بدکاری کی حرمت بھی تفصیلی انداز میں موجود ہے۔(۹۴)۔ تاہم رضاعی رشتوں کی حرمت کاذکر نہیں، جوکہ قرآن میں موجود ہے۔اسی طرح مشترکہ عورت سے نکاح کی حرمت اور بہت سی بیویوں کی ممانعت بھی ہے۔(۹۵) دیگر احکام مثلا پاک دامن پر تہمت لگانا(۹۶) لعان کرنا(۹۷)مہرادا کرنا۹۸، بھی موجود ہیں۔

۴۔مالی معاملات: اس میں بھی متعدد قسم کے احکام موجود ہیں۔مثلاً سود کی حرمت، چنانچہ حکم ہے قرض خواہ سے سود نہ لینا، گروی رکھی ہوئی چیز کو جلدواپس کرنا، رشوت نہ لینا۔(۹۹) وزن اور پیمائش میں ناراستی نہ کرنا۔ بیٹی کو کسبی نہ بنانا(۱۰۰)مزدور کی مزدوری غروب آفتاب سے قبل دینا(۱۰۱)گم شدہ چیز بھائی کوواپس کرنا(۱۰۲)

توراۃ کی یہ تعلیمات بھی اسلام کی تعلیمات سے ملتی جلتی ہیں۔ تاہم وراثت سے متعلقہ احکام کی تفصیل نہیں ملتی۔

۵۔احکام سلطانیہ: نزول توراۃ کے زمانے میں جمہوریت توکہیں بھی نہ تھی۔ امور سلطنت کی سرانجام دہی کیلئے بادشاہت ہوتی تھی۔ جوکہ موروثی چیز ہے۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی ہونے کے ان کے مذہبی راہنما تھے اور دنیوی سیاست بھی انہیں حاصل تھی۔ اس سلسلے میں توراۃ کی ہدایات یہ ہیں:

اپنے بھائیوں میں سے کسی کو بادشاہ بنانا اور پردیسی کو جوکہ تیرا بھائی نہیں اپنے اوپر حاکم نہ بنانا(۱۰۳)

معلوم ہوا غیر کی حکمرانی درست نہیں۔ ضمنی طور پر یہ بھی معلوم ہوا کہ حکمران بنانے کیلئے باہمی مشورہ اور رضامندی کا دخل تھا۔ ورنہ روکنے کا کوئی مطلب نہیں۔ اس طرح ابتدائی انتخاب میں جمہوریت کی کچھ شکل واضح ہوتی ہے۔ مذہبی فرائض کی ادائیگی کیلئے کہانت تھی جو کہ موروثی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام کے خاندان کے ساتھ مخصوص تھی۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

جنگ وجہاد کے احکام بھی ہیں۔ مثلاً کسی شہر سے جنگ کرنے پہنچے تو صلح کا پیغام دینا، اگر وہ صلح کریں تو سب باشندے تیرے باج گزار بن کر تیری خدمت کریں۔ اگر صلح نہ کرے تو اس کا محاصرہ کرنا اور قبضہ کرکے ہر مرد کو تلوار سے قتل کرنا، عورتوں، بچوں اور جانوروں کو اپنے لئے رکھ لینا۔ (۱۰۴) اس عبارت میں پانچ احکام (یعنی جہاد، صلح، جزیہ، غلام بنانا، قتل کرنا) کا ثبوت ملتا ہے۔ قتل کرنے کا یہ حکم اسلامی شریعت کی نسبت زیادہ سخت ہے۔ البتہ درختوں کے متعلق حکم ہے۔ دشمن کے شہر کے محاصرے کے وقت درخت نہ کاٹنا۔ (ایضاً)

۶۔ تعزیرات: اس عنوان پر بھی خاصی تفصیل موجود ہے۔ مثلاً قتل کا بدلہ قتل، اعضاء میں قصاص، حمل کا اسقاط ہوجائے تو شوہر کی مرضی کے مطابق جرمانہ ادا کرے (۱۰۵) قتل خطاء کی صورت میں قاتل واجب القتل نہیں۔ غلام یا لونڈی کی آنکھ پھوڑنے پر اس کو آزادی دے دی جائے۔ (۱۰۶) چھپانے کو مار ڈالنے پر اس کا معاوضہ دیا جائے۔ (۱۰۷) اگر چوپایہ کسی کو ٹکر وغیرہ ماردے تو اس کے تفصیلی احکامات ہیں۔ جادوگرنی کو قتل کردیا جائے (۱۰۸) مرتد کو قتل کیا جائے۔ (۱۰۹) مدعی نبوت کو قتل کیا جائے (۱۱۰) زانی کو سنگسار کیا جائے، تہمت لگانے کی صورت میں لڑکی کے باپ کو سو مثقال جرمانہ دے (۱۱۱) اس طرح مختلف خطاؤں پر مالی سزائیں یعنی کفارہ۔ نیز آزاد اور غلام کی سزاؤں میں امتیاز بھی رکھا گیا ہے (۱۱۲)

مندرجہ بالا تمام بحث سے معلوم ہوا کہ موسوی شریعت ایک مفصّل شریعت تھی۔ جس میں ہر باب سے متعلق تفصیلی احکامات، اصول وضوابط اور بعض مسائل کی جزئیات تک موجود تھیں۔

خصوصیات:

موسوی شریعت کے مطالعہ سے مختلف خصوصیات اور اہم نکات سامنے آتے ہیں۔ جنہیں ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ دیگر مخفی گوشوں سے آگاہی ہوسکے۔

۱-ظاہریت پسندی: موسوی شریعت میں سادگی کی بجائے تصنع اور تکلف ہے اور یہ تصنع بھی کثیر الجہتی ہے۔ مثلاً عبادت گاہ کی تعمیر کے متعلق حکم ہے اور وہ میرے لئے مقدس بنائیں تاکہ میں ان کے درمیان سکونت کروں۔ مقدس کا یہ سامان ہو۔ کیکر کی لکڑی کا صندوق۔ اس کے اندر اور باہر خالص سونا منڈھا ہوا ہو۔ اس کے ارد گرد زریں تاج بنانا۔ اس کیلئے سونے کے چار کڑے ڈھال کر چاروں طرف پایوں میں لگانا۔ کنارے کا سر پوش خالص سونے کا بنانا۔ جس کا طول اڑھائی ہاتھ اور عرض اڑھائی ہاتھ ہو۔ اور سونے کے دو کروبی سر پوش کے دونوں سروں پر گھڑ کر بنانا۔ دو ہاتھ لمبی ایک ہاتھ چوڑی میز بنانا۔ اس کو خالص سونے سے منڈھنا۔ خالص سونے کا شمع دان بنانا۔ مسکن کیلئے دس پردے بنانا۔ اور تو بنی اسرائیل کو حکم کر کہ زیتون کا خالص تیل روشنی کیلئے لائیں۔ تاکہ چراغ ہمیشہ جلتا رہے۔ یہ دستور العمل بنی اسرائیل کیلئے نسل در نسل ہوگا۔(۱۱۳)

۲-مذہبی رسومات کی ادائیگی کیلئے ہارون کی اولاد مخصوص تھی۔ جن کیلئے مخصوص اور پر تکلف قسم کے لباس کا حکم تھا(۱۱۴)

۳-روزے جیسی خاموش اور مخفی عبادت میں بھی ظاہریت پسندی پیدا کرلی تھی کہ غمگین اور اداس شکل بنا کر اپنے روزے کا اظہار کرتے۔ اس تصنع پر حضرت عیسی علیہ السلام نے شدید تنقید کی تھی۔(۱۱۵)

ظاہریت پسندی کا یہ دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ غلطی اور خطا کی صورت میں استغفار یا ندامت کی بجائے بھی یہی وصف نظر آتا ہے۔ مثلاً خداوند نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ لاویوں کو بنی اسرائیل سے الگ کرکے ان کو پاک کر۔ پاک کرنے کیلئے خطا کا پانی لے کر ان پر چھڑکنا۔ پھر وہ اپنے سارے جسم پر استرہ پھروائیں اور کپڑے اور اپنے کو صاف کریں۔ پھر وہ ایک بچھڑا لائیں خطا کی قربانی کا دوسرا بچھڑا لائیں۔(۱۱٦)

اس حکم میں بھی باطن کی بجائے ظاہر کی طہارت ہے اور قربانی جیسے ظاہری عمل پر زور ہے۔

۲-قربانی: توراۃ میں جانوروں کی قربانی بالخصوص پہلوٹھے جانور کی قربانی پر بہت زور ہے۔ بلکہ بعض مواقع پر تو دو دو قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ نیت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔ خطاؤں سے معافی حاصل کرنے کیلئے بطور کفارہ دوسرے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے بطور عبادت۔ پھر ادائیگی کے اعتبار سے بھی دو قسمیں ہیں۔ سوختنی قربانی جس میں گوشت جلادیا جاتا ہے۔ دوسری ذبیحی قربانی۔

۳-اجارہ داری: مذہبی امور کی ادائیگی کیلئے اہلیت کی بنیاد تقوی یا علم نہیں۔ بلکہ مخصوص افراد کی اجارہ داری ہے۔ جنہیں کاہن کہا جاتا ہے۔ اس مقصد کیلئے ہارون علیہ السلام کی اولاد متعین ہے۔ یعنی یہ عہدہ ان

کے خاندان کے ساتھ مخصوص ہے۔ چنانچہ آپ کے دو بیٹے تو آپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے اور دوسرے دونوں بیٹے ہارون کے سامنے کہانت کے فرائض سرانجام دیتے رہے (۱۱۷) اسی طرح نذر کے بارے میں شرع یہ ہے کہ ہارون کے بیٹے اسے مذبح کے آگے خدا کے حضور پیش کریں (۱۱۸)

ان کاہنوں کا مقام اس قدر بلند تھا کہ اگر کوئی شخص گستاخی سے پیش آئے، خدا کی خدمت میں کھڑے ہونے والے کاہن اور قاضی کی بات نہ سنے تو وہ شخص مارا جائے (۱۱۹) ان کاہنوں کی ذمہ داریوں کا دائرہ بھی وسیع تھا۔ مثلاً بدکاریوں کے ازالے کیلئے بکرا لایا جائے۔ ہارون اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر تمام گناہوں کا اقرار کرے، پھر اس بکرے کو ویرانہ میں چھوڑ دیا جائے۔ (۱۲۰) گویا موسوی شریعت میں کاہن کا وہی مقام ہے جو ہندو مذہب میں برہمن کا ہے۔ اس طرح صرف عبادات ہی میں نہیں بلکہ استغفار میں بھی انسان اور خدا کے درمیان واسطہ کی دیوار قائم کر کے دونوں میں دوری پیدا کر دی۔

۴۔ محض دنیوی سزا: موسوی شریعت میں نیکی کی ترغیب اور برائی سے بچانے کیلئے صرف دنیوی انعامات اور سزاؤں کا ذکر ہے۔ اخروی عذاب کی وعید یا نعمتوں کی بشارتیں نہیں۔ مثلاً اگر تم میری شریعت پر چلو تو میں تمہارے لئے ہر وقت مینہ برساؤں گا۔ زمین سے اناج پیدا کروں گا۔ تمہارے گناہوں کے موافق تمہارے اوپر سات گنی بلائیں لاؤں گا۔ (۱۲۱) نیز جو کوئی اپنی چچی یا تائی سے زنا کرے گا وہ لاولد رہے گا (۱۲۱) یہ تمام دنیوی سزائیں ہیں۔ توراۃ کا یہ نظریہ توجہ طلب ہے۔ چونکہ اس میں اخروی عذاب کا ذکر نہیں اس لئے یہ الجھن پیدا ہوتی ہے کہ بہت سے بدکار اور ظالموں کو اس دنیا میں سزا نہیں ملتی۔ بلکہ وہ تمام عمر عیش کرتے ہیں۔ اگر دنیوی گناہوں کی سزا آخرت میں بھی نہ ملے تو پھر کہاں ملے گی۔؟ نیز اخروی عذاب کا خوف نہ ہونے کی وجہ سے نیکی کی اندرونی تحریک اور جذبہ بھی ختم ہو جائے گا۔ (۲) دنیوی آرام اور تکلیف کو جزا سزا کہنا بھی مشکل ہے۔ کیونکہ بسا اوقات نافرمانوں اور بدکرداروں پر انعامات نظر آتے ہیں۔ کیونکہ وہ دنیوی محنت یا مکاری سے خوشحالی پیدا کر لیتے ہیں۔ جو کہ درحقیقت قدرت کی طرف سے ڈھیل ہوتی ہے۔ نہ کہ انعام۔ اسی طرح بعض نیک لوگوں پر مصائب نظر آتے ہیں۔ جو کہ خدا کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے۔ نہ کہ عذاب۔

۵۔ احکام میں شدت: موسوی شریعت کے بعض معاشرتی احکام خاصے شدید ہیں، مثلاً خداوند نے موسیٰ سے کہا۔ بنی اسرائیل سے کہہ اگر کوئی عورت حاملہ ہو اور اس کے لڑکا ہو تو وہ سات دن تک ناپاک۔ اگر لڑکی ہو تو دو ہفتے ناپاک رہے گی (۱۲۲) اگر کسی کو کوڑھ کا مرض ہو تو ہو ناپاک ہے۔ کاہن اس کو سات دن بند رکھے (۱۲۳) کسی شخص کو جریان کا مرض ہو تو وہ جریان کے سبب سے ناپاک ہے۔

جس چیز پر بیٹھے یا سوئے ناپاک ہے(۱۲۴)

مردہ جانور کی لاش کو چھونے اور اٹھانے والا شام تک ناپاک رہے گا۔(۱۲۴)

ظاہر ہے کہ معاشرہ میں رہتے ہوئے ان احکام پر پورا اترنا اور ان پابندیوں کو ملحوظ رکھنا مشکل کام ہے

۶۔سبت کی حیثیت: بنی اسرائیل میں سبت یعنی ہفتے کے دن کا خصوصی مقام ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس دن دنیوی کام نہ کئے جائیں۔ اس کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے کہ اس دن کی تعظیم نہ کرنے کی وجہ سے وہ بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہوگئے(۱۲۵) توراۃ کے حوالے سے اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں کہ سبت کی بے حرمتی کرنے پر ایک شخص کو موسیٰ کے حکم سے سنگسار کیا گیا۔(۱۲۶)

سبت چونکہ ساتواں دن ہے۔ اس طرح سات کے عدد کو بھی خصوصی مقام حاصل ہے۔ مثلاً تو اپنے کھیت کو چھ برس بونا۔۔۔ لیکن ساتویں سال زمین کیلئے خاص آرام کا سبت ہو۔ یہ سبت خدا کیلئے ہو۔ اگر یہ خیال ہو کہ ساتویں برس کیا کھائیں گے۔ تو میں چھٹے برس اتنی برکت دوں گا کہ تین سال کیلئے کافی ہو(۱۲۷)

مذہبی اعتبار سے سبت کی تعظیم اپنی جگہ، مگر موجودہ دور میں اس پر عمل مشکل ہے۔ کیونکہ چند منٹوں کیلئے بھی بجلی کی بندش "ٹیلیفون کی گڑبڑ اور ٹریفک کی رکاوٹ ناقابل برداشت ہوجاتی ہے۔ چہ جائیکہ پورے دن کیلئے کام کی ممانعت یا پورے سال کیلئے کاشت کاری پر پابندی لگادی جائے۔

۷۔ناحق اور نامناسب سزائیں: موسوی شریعت میں بعض مواقع پر غیر مجرم کو سزادی گئی ہے۔ مثلاً جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں۔ ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی طرح بدکاری کی سزا دیتا ہوں(۱۲۸)ظاہر ہے کہ تیسری یا چوتھی پشت کو سزادینا بے قصور کو مجرم ٹھہرانا ہے۔ جس کا مطلب ہے کرے کوئی اور بھرے کوئی۔

بعض اوقات ایک کے جرم کا اثر دوسرے پر ڈال دیا گیا ہے۔ مثلاً آدم وحوا نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی اور شجر ممنوعہ کھایا، جس کی وجہ سے زمین لعنتی ہوگئی(۱۲۹)اس میں قصور آدم وحوا کا تھا۔مگر زمین کو لعنتی قرار دے دیا گیا۔

بعض مقامات پر سزا کا انداز ناقابل فہم ہے۔ مثلاً اگر بیل کسی کے غلام یا لونڈی کو سینگ سے مارے تو مالک اس غلام یا لونڈی کے مالک کو تیس مثقال روپے دے اور بیل کو سنگسار کیا جائے (۱۳۰)یہاں سزا کا پہلا حصہ یعنی مالی جرمانہ تو قابل فہم ہے مگر دوسرا حصہ بالکل غیر معقول ہے۔ کیونکہ

ایک تو غیر عاقل اور غیر مکلف کو سزا ہے۔ دوسرے سنگساری کی سزا عبرت کیلئے ہوتی ہے۔ مگر ایک بیل کو سنگسار کرنے سے دوسروں کو کیا عبرت حاصل ہو گی؟

۸۔ بدویت: موسوی شریعت ایک تو ساڑھے تین ہزار سال قدیم ہے۔ اس اعتبار سے اس دور کی حضری زندگی موجودہ دور کی بدوی زندگی سے بھی پیچھے ٹھہرتی ہے۔ دوسرے اس شریعت کا تعلق ان لوگوں کے ساتھ تھا جو صحرائے سینا میں مقیم تھے۔ جہاں کی ضروریات زندگی نہایت محدود تھیں۔ اس بنا پر یہ شریعت "کھیت، جانور، لڑائی جھگڑا، غلام اور شادی کے مسائل کے ارد گرد گھومتی ہے۔ جو کہ بدوی زندگی کا خاصہ ہے۔

۹۔ تدریج: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات چار حصوں یعنی خروج، احبار، گنتی اور استثناء میں مذکور ہیں۔ پہاڑ پر الواح کی شکل میں جو شریعت عطا ہوئی وہ خروج میں مذکور ہے۔ اور نسبتاً اصولی احکام پر مشتمل ہے۔ نکاح وغیرہ کے احکام جزئیات پر مشتمل ہیں اور احبار میں مذکور ہیں۔ نبوت کے ۴۰ برس بعد کے مسائل واحکام، جبکہ موسیٰ علیہ السلام سینا سے اردن چلے گئے تھے، استثناء میں درج ہیں۔ اس طرح مجموعی طور پر اس شریعت میں تدریج بھی ہے اور مسائل کے بیان میں تکرار بھی موجود ہے۔

عیسوی شریعت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل فلسطین کے علاقے بیت الحم میں پیدا ہوئے۔ یروشلم" گلیلی اور ناصرہ کے علاقے میں تبلیغ کی۔ تقریباً ۳۳ سال کی عمر میں اس دنیا سے اٹھالئے گئے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تبلیغ سے متصلاً بعد آپ نے اپنے مشن کا آغاز کیا۔ آپ پر نازل شدہ کتاب انجیل کا ذکر قرآن میں متعدد مقامات پر ہے۔ قرآنی بیان کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی صاحب شریعت نبی ہیں(۱۳۱) جبکہ قرآن کی دوسری آیت ہے:

ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم(۱۳۲)

(تاکہ بعض وہ چیزیں حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئیں ہیں۔)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کلی طور پر نئی اور مستقل شریعت کے حامل نہیں بلکہ سابقہ شریعت کے پیروکار ہیں۔ جس میں آپ نے جزوی ترمیم کی ہے۔ اس طرح آپ کی دو حیثیتیں سامنے آتی ہیں اور موجودہ بائیبل سے بھی اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً موسوی شریعت میں قربانی اور سبت کی انتہائی اہمیت تھی۔ مگر آپ نے دونوں کی یہ حیثیت ختم کردی۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

حالات میں درج ہے کہ بالیاں توڑ کر کھانے پر اعتراض ہوا کہ آپ سبت کا احترام نہیں کرتے۔ تو آپ نے جواب دیا کیا تم نے توراۃ میں نہیں پڑھا کہ کاہن سبت کے دن ہیکل میں سبت کی بے حرمتی کرتے ہیں اور بے قصور رہتے ہیں۔ لیکن اگر تم اس کے معنی جانتے تو بے قصوروں کو قصور وار نہ ٹھہراتے" کیونکہ ابن آدم سبت کا مالک ہے۔ پھر آپ نے مزید کہا میں قربانی کو نہیں بلکہ رحم کو پسند کرتا ہوں۔(۱۳۳)

اس طرح آپ نے عبادات کے باب میں دو ترمیمیں کردیں۔ یہ دونوں ترمیمیں محمدی شریعت کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں۔

طلاق کے متعلق آپ کا فرمان ہے" یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑے، اسے طلاق نامہ لکھ دے۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑے وہ اس سے زنا کرتا ہے۔اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی بیوی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے(۱۳۴)

اسی طرح آپ نے توراۃ کے حوالے سے کہا کہ اس میں مذکور تھا " زنا نہ کرنا" لیکن میں تم سے کہتا ہوں جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی، وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا۔ جھوٹی قسم نہ کھانا، لیکن میں کہتا ہوں کہ بالکل قسم نہ کھانا۔ آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا، بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے، دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے(۱۳۵)

ان عبارتوں سے تین ترامیم سامنے آتی ہیں۔ طلاق کی مکمل ممانعت، قسم کھانے کی ممانعت اور بدلہ لینے کی مخالفت، مگر مجموعی طرپر دیکھیں تو آپ نے موسوی شریعت پر ہی عمل کیا۔ نیز آپ نے توراۃ کی تنسیخ کا کبھی دعوی نہیں کیا۔جیسا کہ آپ کا بیان ہے۔ تم یہ نہ سمجھو" میں توراۃ یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں(۱۳۶)

اسی طرح ایک موقعہ پر یسوع نے کوڑھی کو تندرست کیا۔اور کہا جو نذر موسی نے مقرر کی ہے اسے گزارو تا کہ ان کیلئے گواہی ہو(۱۳۷)

ان حوالہ جات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آپ موسوی شریعت پر عامل تھے اور اس کی تبلیغ بھی کرتے تھے۔ نیز اگر آپ کے پاس مستقل شریعت ہوتی تو اس کی تفصیلات و کلیات بھی ہوتے مگر ان میں سے کچھ بھی دستیاب نہیں۔ مزید براں حضرت عیسی علیہ السلام کے حالات میں درج ہے کہ آپ کی تدفین

سوتی خوشبودار چیزوں کے ساتھ کی۔ جس طرح کہ یہودیوں میں دفن کرنے کا اصول ہے (۱۳۸)

صلیب کی موقعہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری موجود تھے اگر وہ چاہتے تو آپ کی تدفین یہودی طریقہ کی بجائے آپ کے طریقہ پر کرتے۔ خلاصہ کلام یہ کہ چند جزوی ترامیم کے علاوہ مجموعی طور پر آپ موسوی شریعت پر ہی عامل تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس تفصیلی شریعت نہ ہونے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ کا تبلیغی دور محض تین سال پر مشتمل تھا۔ اس قدر قلیل عرصے میں اصلاح عقائد اور تزکیہ نفس پر ہی زور دیا جاتا ہے۔ شریعت کا نفاذ ممکن نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ اگلی منزل ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکی دور سے واضح ہے کہ آپ نے شریعت کا اعلان یا نفاذ مکہ میں نہیں کیا۔

۲۔ دوسری وجہ یہ کہ آپ کے اصحاب کی تعداد نہایت کم تھی قوتِ حاکمہ و نافذہ رومیوں کے پاس تھی۔ جس میں یہود کا بھرپور اثرورسوخ تھا اور وہ آپ کے شدید مخالف تھے۔

۳۔ تیسری وجہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انداز بیاں اس قدر اشارتی تھا کہ بغیر تمثیل کے ان سے کچھ نہ کہتا(۱۳۹) یہ انداز بیاں تبلیغ کیلئے تو بوجہ مجبوری کام دے سکتا ہے کیونکہ آپ کمزور تھے اور دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ مگر یہ انداز شریعت کیلئے موزوں نہیں۔ کیونکہ اس کیلئے واضح بیان، ٹھوس انداز اور قطعی الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے۔

عیسوی مذہب کی خصوصیات

موسوی شریعت کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں ظاہر کی بجائے باطن اور شریعت کی بجائے تزکیہ نفس پر زیادہ زور ہے۔ جس کی واضح مثال آپ کا مشہور پہاڑی وعظ ہے جس کے اہم نکات یہ ہیں۔ صبر، حلم، راستبازی، صلح جوئی، دل کی پاکی، دشمن سے رواداری، غریبوں مریضوں سے ہمدردی و محبت، توکل، خدا سے معافی مانگنا، عیب جوئی کی ممانعت، ریاکاری اور مال جمع کرنے کی مذمت۔ آپ نے انہی صفات کے حامل لوگوں کو آسمانی بادشاہت، میں داخلہ کی بشارت سنائی۔ (۱۴۰)

چونکہ اس پہاڑی تعلیم میں عبادات کا کوئی ذکر نہ تھا۔ اس لئے عمل کی اہمیت ثانوی رہ گئی۔ اس کی مزید وضاحت دوسرے واقعہ سے ہوتی ہے کہ مسیح سے سوال ہوا کہ توراۃ کا سب سے بڑا حکم کیا ہے؟ اس نے اس سے کہا۔ خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور ساری عقل سے محبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے۔ دوسرا اس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ(۱۴۱)

اس جواب میں آپ نے توراۃ کا سارا مفہوم ہی تبدیل کردیا۔ کیونکہ توراۃ کا معنی ہی شریعت

ہے اور یہ توراۃ خالصتاً شریعت اور سراپا عمل کا نام تھی۔ مگر آپ نے جواب میں اس کی تعلیمات کو صرف خدا اور پڑوسی کی محبت میں محدود کر کے، اعمال کو گول کر دیا۔ جس سے اعمال کی حیثیت مزید گھٹ گئی۔

۲۔معافی کا اختیار انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ شدید ترین جرائم میں بھی آپ کو معافی کا اختیار تھا۔ مثلاً فقیہ اور فریسی ایک عورت کو لائے۔ جو زنا میں پکڑی گئی تھی۔ اور یسوع سے کہا۔ اے استاذ یہ عورت زنا میں عین فعل کے وقت پکڑی گئی ہے۔ توارۃ میں موسی نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ایسی عورت کو سنگسار کریں۔ تو اس کی نسبت کیا کہتا ہے۔ یسوع نے کہا جو تم میں سے بے گناہ ہو۔ وہی پہلے پتھر مارے۔ یہ سن کر سب نکل گئے۔ پھر یسوع نے کہا۔ میں بھی حکم نہیں لگاتا۔ جا پھر گناہ نہ کرنا(۱۴۲)

اس موقعہ پر حضرت عیسی علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ حد لگانا حکومت کا کام ہے۔ اسلئے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ نہ یہ کہا تیرا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ نہ اسے استغفار کی تلقین کی۔ بلکہ جا پھر گناہ نہ کرنا۔ کی تلقین کر کے رخصت کر دیا۔ جس کا مطلب ہے کہ آپ کو گناہوں کی معافی کا اختیار حاصل تھا۔

معافی کا یہ اختیار صرف حضرت عیسی علیہ السلام تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ نے اپنے فرستادوں کو بھی عطا کیا تھا۔ چنانچہ یسوع نے شاگردوں سے کہا: جس طرح باپ نے مجھے بھیجا ہے۔ اسی طرح میں بھی تمہیں بھیجتا ہوں ----- جن کے گناہ تم بخشو گے بخشے گئے۔ جن کے گناہ تم قائم رکھو گے ان کے قائم رکھے گئے۔(۱۴۳)

اس طرح حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے رسولوں کو معافی کا جو اختیار دیا تھا وہ آگے بھی جاری رہا۔

۳۔تحلیل و تحریم کا اختیار: شریعت میں تحلیل و تحریم کی بحث انتہائی اہم ہے۔ بلکہ در حقیقت اسی کا نام شریعت ہے اور اس کی نسبت بھی خدا کی طرف کی جاتی ہے۔ جبکہ انجیل میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف معافی کا اختیار ہی نہیں بلکہ تحلیل و تحریم کا اختیار بھی اپنے شاگردوں کو دیا تھا۔ مثلاً میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ تم زمین پر باندھو گے وہ آسمان پر بند جائے گا۔ اور جو کچھ تم زمین پر کھولو گے وہ آسمان پر کھل جائے گا۔ اگر تم میں سے دو شخص زمین پر کسی بات کیلئے جسے وہ چاہتے ہیں اتفاق کریں تو وہ میرے باپ کی طرف سے جو آسمان پر ہے۔ ان کیلئے ہو جائے گا۔(۱۴۴) یہ وہی مفہوم ہے جس کے متعلق قرآن مجید نے کہا تھا:

"اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله"

(انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو خدا سے ہٹ کر رب بنالیا۔)

اس پر ایک صحابی عدی بن حاتم نے کہا۔ ہم نے ان کو خدا تو نہیں بنایا تھا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا۔ کیا تم نے انہیں تحلیل و تحریم کا حق نہیں دیا؟ اس آیت سے وہی مراد ہے۔(۱۴۵)

محمدی شریعت کی ضرورت

یہ امر غور طلب ہے کہ ایک مفصل قانون یعنی موسوی شریعت کے ہوتے ہوئے کسی نئی شریعت کے نزول کی کیا ضرورت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں سینکڑوں نبی آئے۔ انہوں نے اسی شریعت پر عمل کیا اور اپنی قوم کو بھی اسی کی تلقین کی۔ حتیٰ کہ اسی سلسلے کی آخری کڑی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اسی کے اجراء کا اعلان کیا۔ تقریباً دو ہزار سال تک نافذ رہنے کے بعد پھر کیوں اس شریعت کو منسوخ کیا گیا؟

اس اشکال کے متعدد جواب ہیں:

۱۔ تحریف و تبدل۔ دو ہزار سال کا عرصہ بہت طویل ہوتا ہے۔ اس مدت میں بیسیوں نسلیں پیدا ہوتی ہیں اور گزر جاتی ہیں۔ متعدد اقوام عروج و زوال کے مرحلوں سے گزرتی ہیں۔ کئی اقوام کا نام و نشان تک مٹ جاتا ہے۔ بچ جانے والی اقوام کی زبان، تہذیب رسم و رواج بدل جاتے ہیں۔ تہذیبیں بوڑھی ہو جاتی ہیں اور حقائق مسخ ہو جاتے ہیں۔ جس طرح خستہ دیواروں اور پرانی عمارتوں کی اصلاح و مرمت کی بجائے زیادہ بہتر یہ ہوتا ہے کہ ان کو ڈھا کر نئی عمارت بنا دی جائے۔ اسی طرح پرانی شریعت میں جزوی یا کلی تبدیلی کی بجائے نئی شریعت کا نزول ہی بہتر تھا۔ اس کی مزید تشریح یہ ہے کہ موسوی شریعت تحریف و تبدل کا شکار ہونے کی وجہ سے اپنی اصلیت کھو بیٹھی تھی۔ یہ تحریف ایک تو شعوری تھی کہ خود یہودی علماء نے مختلف مقاصد مثلاً فرقہ وارانہ نظریاتی حمایت، رشوت خوری، سہو و غفلت اور بڑوں کی رعایت کیلئے احکامات تبدیل کیے۔ جیسا کہ قرآن کا بیان ہے:

"یحرفون الکلم عن مواضعه(۱۴۶) کلمات کو اپنی جگہوں سے تبدیل کرتے ہیں)

ولاتلبسوا الحق بالباطل وتکتموالحق(۱۴۷)(حق کو باطل کے ساتھ ملاؤ اور نہ حق کو چھپاؤ۔)

دوسری وجہ غیر شعوری تھی کہ یہودی قوم کئی مرتبہ تباہی و بربادی کا شکار ہوئی۔ جن میں سے دو حوادث بہت شدید تھے۔ تقریباً ۶۰۰ قبل مسیح میں عراقی بادشاہ بخت نصر کے حملے سے یہودی قوم اور مذہب کو شدید نقصان پہنچا۔ توراۃ تباہ ہو گئی۔ پھر شاہ روم طیطس نے ۷۰ قبل از مسیح بیت المقدس پر حملہ کیا۔ ہیکل کو تباہ کیا۔ توراۃ کے نسخوں کو جلا دیا۔ اس طرح توراۃ متعدد مرتبہ تباہی سے دوچار ہوئی۔

جس کی وجہ سے اس کا استناد اور تواتر ختم ہو گیا۔

۲۔ نسلی غرور: بنواسرائیل ایک چہیتی اور لاڈلی قوم تھی۔ اس کا بیان قرآن مجید نے بھی کیا ہے ۔کہ میں نے تمہیں جہاں والوں پر فضیلت دی((۱۴۸)

لاڈلی بننے کی وجہ یہ تھی کہ اس قوم میں توحید کا تصور موجود تھا جبکہ دیگر اقوام شرک کے اندر غرق تھیں گو بنی اسرائیل کا تصور توحید بھی دیگر اقوام کے اختلاط کی وجہ سے دھندلا ہوچکا تھا۔مگر بہر حال موجود تھا۔

دوسری وجہ یہ کہ نبی زادے ہونے کی وجہ سے یہ لوگ احساس برتری میں مبتلا تھے۔اخروی عذاب سے بچ جانے کے مدعی تھے(۱۴۹)جب کوئی قوم خود کو اعلیٰ اور دوسروں کو گھٹیا سمجھے تو انکا کردار بھی بگڑجاتا ہے۔اس قوم کے گراوٹ کی یہ انتہاء تھی کہ اپنے انبیاء کو بھی قتل کردیتے تھے۔انہی اوصاف کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہاتھا اے ریاکار فقیہو، فریسیو! تم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہو۔ اے سانپو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے۔(۱۵۰)

اس نسلی غرور کی ایک جھلک تو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات میں بھی نظر آتی ہے۔ جبکہ ایک کنعانی عورت نے درخواست کی کہ میری بیٹی میں بدروح ہے۔ اس کو نکال دیجئے۔ آپ نے جواب میں کہا۔ میں بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کی طرف نہیں بھیجا گیا۔اس نے سجدہ کیااور کہامیری مدد کر۔ اس نے جواب دیا۔لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کوڈالنا اچھانہیں۔(۱۵۱)

یہاں کتوں سے مراد غیر اسرائیل لوگ ہیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے معلم اخلاق کا یہ لب ولہجہ ہو توعام اسرائیلیوں کا کیا حال ہوگا۔اس طرح جوقوم مغرور بن جائے ۔وہاں نفرتوں کی دیواریں اور تنگ نظری کی گھاٹیاں ہوتی ہیں۔ نہ تووہ دوسروں کیلئے تحمل ورواداری رکھ سکتے ہیں اور نہ اپنے خول سے باہر نکل سکتے ہیں۔

۳۔ آفاقی دین کی ضرورت: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے متصل حالات تیزی سے تغیر پذیر ہورہے تھے۔سیاسی اتحاد اور جغرافیائی وسعتیں پیدا ہورہی تھیں۔چھوٹی اورمقامی حکومتوں کی بجائے وسیع حکومتیں قائم ہورہی تھیں۔ مثلاً ذوالقرنین نے براعظم ایشیا، یورپ اور افریقہ یعنی تینوں براعظموں پر مشتمل حکومت قائم کرلی تھی۔ بعد ازاں سکندر اعظم بھی اسی طرح وسیع وعریض علاقے پر چھا گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آپ کا مذہب تیزی سے پھیلا۔ملک شام ، روم، یونان اور مصر تک

پہنچ گیا۔ اسی طرح عرب کے ذریعے چین اور ہندوستان کے تجارتی روابط یورپ سے قائم ہوگئے تھے۔ گویا اب حالات خود اس بات کا تقاضا کر رہے تھے کہ ایسا آسمانی مذہب آئے جو ان سیاسی، جغرافیائی اور تجارتی وسعتوں کی طرح تمام علاقوں پر پھیل جائے۔ اور آفاقی مذہب بنے۔

اس مقصد کیلئے عیسوی مذہب و شریعت موزوں نہ تھی۔ کیونکہ دیگر اقوام سے اختلاط کے باعث ان کے نظریات بگڑ گئے تھے اور اپنی حقیقت و اصلیت کھو بیٹھے تھے۔

اسی طرح یہودی مذہب بھی غیر تبلیغی ہونے کی وجہ سے اس کا اہل نہ تھا۔ نیز اس مذہب میں طبقاتی نظام ہے۔ یعنی مذہبی رسومات کی ادائیگی کیلئے مخصوص افراد کی سیادت ہے۔ علم یا تقویٰ کسی استحقاق کی بنیاد نہیں بلکہ مخصوص خاندان کو تفوق حاصل ہے۔ اس طرح بنواسرائیل میں بھی عملی طور پر ہندو مذہب والا ذات پات کا نظام ہے کہ اس میں تو چار درجے نہیں اور برہمن کو تفوق ہے۔ مگر بنواسرائیل میں تین درجے ہیں (۱) بنولاوی یعنی ہارون کی اولاد (۲) عام اسرائیلی (۳) دیگر لوگ۔ اس قسم کی قوم دیگر اقوام سے میل ملاپ کو ناپسند کرتی ہے اور آفاقی بننے کی اہلیت نہیں رکھتی۔

۴۔ جدید حالات کے ناموافق: موسوی شریعت میں بعض قوانین تھے جو موجودہ حالات کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔ مثلاً سبت کے دن کام کرنے کی شدید ممانعت ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام دن کیلئے دنیوی کاروبار بند کر دیا جائے۔ اس طرح قربانی اور مختلف جرائم کے کفاروں میں جانور ذبح کرنے کا حکم ہے۔ جو کہ پرانے دور میں آسان تھے۔ کیونکہ آبادی کم تھی صحرا زیادہ تھے جانور عام اور سستے ہوتے تھے۔ مگر موجودہ دور میں قربانی خاصی مہنگی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بعض مسائل میں ترمیم کی۔ مثلاً طلاق کی ممانعت کی مگر معاملہ سلجھنے کی بجائے افراط تفریط کا شکار رہا۔ جس کا اندازہ موجودہ دور میں طلاق کی اونچی شرح سے ہوسکتا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دشمن کے مقابلے میں انتہائی تحمل و رواداری کی تعلیم دی تھی۔ مگر عیسائیوں نے اپنے مجموعی کردار سے ثابت کر دیا کہ یہ تعلیمات ناقابل عمل ہیں۔ جیسا کہ صلیبی جنگوں میں انہوں نے مظاہرہ کیا۔

۵۔ یہود کی اصل زبان عبرانی تھی اور توراۃ بھی عبرانی زبان میں تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عبرانی زبان ختم ہوگئی اور اس کی جگہ آرامی زبان نے لے لی۔ اب یہودی کتب کے نسخے اصل زبان کی بجائے آرامی اور یونانی زبانوں میں دستیاب ہیں۔ شریعت اور قانون میں حرفیت پسندی اور ظاہریت کی خاصی اہمیت ہوتی ہے۔ اگر کسی عبارت کا ترجمہ دوسری زبان میں کیا جائے تو پہلی زبان کی اصلیت اور حقیقت گم ہو جاتی ہے۔ قانونی موشگافیوں کے تقاضے ختم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اصل زبان

کے تمام مفاہیم اور تقاضے دوسری زبان میں منتقل نہیں ہوسکتے۔ اس طرح آسمانی شریعت کی روح ختم ہو گئی۔

محمدی شریعت

مسطورہ بالا حالات واسباب خوداس بات کے متقاضی تھے کہ ایسی آسمانی شریعت نازل ہو جوہر قسم کے عیوب ونقائص سے پاک ہو۔ چنانچہ عرب کے مرکزی شہرمکہ مکرمہ اور قریش کے معزز خاندان بنوہاشم کے ایک گھرانے میں ۵۷۱ء میں حضور ﷺ کی ولادت ہوئی۔ ۴۰ برس کی عمر میں نبوت ملی۔ دوسری وحی پر تبلیغ شروع کی۔ توحید کے پیغام کے ساتھ شریعت کا آغاز ہوا۔ یہ شریعت دائمی ،ہمہ گیر اور جامع تھی۔ انسانی زندگی کے تمام گوشوں پرحاوی اور تمام ضرورتوں کی کفیل تھی۔ یہ احکام تقریباً ۲۲ سالہ دور نبوت یعنی دوسری وحی کے بعد بتدریج نازل ہوئے۔ اور وقتاًفوقتاً پیش آمدہ ضرورتوں کے مطابق بیان ہوئے۔ مناسب ہوگا کہ سالوں کی ترتیب کے ساتھ ان کا ذکر کیاجائے۔ تاکہ سن نزول بھی معلوم ہوسکے۔ اس سلسلے میں پہلاباب عبادات کا ہے۔ جس میں سرفہرست نماز ہے۔

نماز: یہ اسلام کی اہم ترین جسمانی عبادت ہے۔ جس کاذکر سو سے زیادہ مرتبہ قرآن مجید میں آیا ہے(۱۵۲)اس کا آغاز اسلام کے ابتدائی زمانہ سے ہوگیاتھا۔ جیساکہ سورہ مزمل سے واضح ہے۔

اس وقت صرف رات کی ایک نماز فرض تھی۔ پھردو، پھر تین، حتی کہ معراج کے موقعہ پر باقاعدہ پانچ نمازیں فرض ہوئیں (۱۵۳)ابتداً نماز کی دو دو رکعتیں تھیں ، ہجرت کے پہلے سال ظہر، عصراور عشاء کی رکعات کی تعداد چار چار کردی گئی (۱۵۴) نماز کیلئے اذان کاسلسلہ بھی اسی سال سے شروع ہوا۔ تحویل قبلہ ۲ھ میں ہوا(۱۵۵) یعنی مسلمان بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کی طرف منہ کرکے نماز ادا کرنے لگے۔ وضو کا باقاعدہ حکم، غسل اور تیمم کے احکام سورہ مائدہ آیت نمبر۶ میں ہیں جس کا سن نزول ۷ھ ہے(۱۵۶) مطلب یہ کہ وضو اور غسل کا عمل گوپہلے سے جاری تھا۔ مگر قرآن میں ان کا باقاعدہ نزول ان سالوں میں ہوا۔ نماز میں بات چیت کی اجازت بھی دیر تک رہی۔ اس طرح نماز کی موجودہ شکل ۱۷ سال کے ارتقائی مراحل کا نتیجہ ہے۔

زکواۃ: اسلام کی اہم ترین مالی عبادت ہے۔ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر اس کاذکر نماز کے ساتھ آیا ہے۔ اس مفہوم کیلئے صدقہ کالفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ آغاز اسلام میں اس سے مراد نفلی صدقہ تھا۔ اس کی باقاعدہ فرضیت ۸ھ میں ہوئی(۱۵۷)سوناچاندی اور نقدی پر چالیسواں حصہ، جنگل میں چرنے

والے جانوروں پر بھی تقریباً اسی شرح سے واجب ہے۔ بارانی زمین کی پیداوار پر دسواں حصہ اور نہری زمین پر بیسواں حصہ لازم ہے۔اسکے مصارف سات ہیں۔ جن کا ذکر سورہ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ میں ہے۔

روزہ: اسلام کا چوتھا رکن ہے اور خالصتاً جسمانی مخفی عبادت ہے۔ اس میں طلوع سحر سے غروب شمس تک کھانے پینے اور جنسی خواہشات سے پرہیز کرنا ہوتا ہے۔ اس کی فرضیت ماہ شعبان ۲ھ میں ہوئی (۱۵۸) اس کے وجوب کا ذکر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۳ میں ہے۔ رمضان کے روزوں سے قبل حضور ﷺ نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا تھا۔ (۱۵۹)

حج: اسلام کا پانچواں رکن جسمانی اور مالی دونوں عبادتوں پر مشتمل ہے۔ صاحب استطاعت پر زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔ اس کا اہم رکن وقوف عرفہ ہے جو کہ ذی الحجہ کی ۹ تاریخ کو ادا کیا جاتا ہے۔ اس کے دیگر ارکان میں احرام باندھنا، خانہ کعبہ کا طواف کرنا، صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا، رمی جمار اور قربانی شامل ہیں۔ قرآن میں اس کا ذکر سورہ آل عمران، ۹۷، مائدہ، ۹۴-۹۷ سورۃ الحج کی آیت نمبر ۲۶-۲۷ اور سورہ بقرہ کی آیت ۱۹۶-۲۰۳ میں ہے۔ یہ عبادت ۹ھ میں واجب ہوئی (۱۶۰)

نذر: عبادات کے ذیل میں نذر پوری کرنے کا بھی حکم ہے۔ اس کا ذکر سورہ دھر کی آیت نمبر ۷ میں ہے۔ اسی طرح حلف یعنی قسم کے مسائل ہیں۔ جن کا ذکر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۵ اور سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۸۹ میں ہے۔ سورہ مائدہ کا نزول ۷ ھ میں ہے جبکہ سورہ دھر کا نزول قبل از ہجرت ہے یعنی یہ سورت مکی ہے۔

دوسرا باب ماکولات

اس سلسلے میں چند اصولی اور عمومی احکام مکہ میں نازل ہوئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اللہ کی عطا کردہ حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ ساتھ ہی مردار بہنے والا خون، خنزیر اور غیر اللہ کے نام پر مذبوح جانور کو حرام قرار دے دیا۔ بحوالہ سورہ نحل آیت نمبر ۱۱۵-۱۱۴، سورہ انعام آیت نمبر ۱۴۶- یہ دونوں سورتیں مکی ہیں، ہجرت سے قبل نازل ہوئیں۔ دوسرا عمومی حکم سورہ اعراف کی آیت نمبر ۳۱ میں ہے کھاؤ پیو، فضول خرچی نہ کرو۔ یہ سورہ بھی مکی ہے۔ بقیہ احکام مدینہ میں نازل ہوئے۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

جانوروں کی حلت و حرمت	سورہ مائدہ آیت نمبر ۱-۳	سن نزول ۷ھ ۱۵۶
شکار کے احکام	سورہ مائدہ آیت نمبر ۴	ایضاً
بحری جانوروں کے احکام	سورہ مائدہ آیت نمبر ۹۴-۹۵	ایضاً

اہل کتاب کا ذبیحہ	سورہ مائدہ آیت نمبر ۵	ایضاً
شراب اور جوئے کی حرمت	سورہ مائدہ آیت نمبر ۹۲	ایضاً
اہل عرب کے ممنوعہ جانوروں پر تنقید	سورہ مائدہ آیت نمبر ۱۰۳	ایضاً
اہل عرب کے ممنوعہ کھانوں پر تنقید	سورہ انعام آیت نمبر ۱۳۷-۱۴۶	سن نزول مکی زندگی کا آخر

تیسرا باب مناکحات

چار بیویوں تک کی اجازت	سورہ النساء آیت نمبر ۳-۴	سن نزول ۳-۴ھ ۱۵۶
اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت	سورہ مائدہ، آیت نمبر ۵	۷ھ
محرمات (جن سے نکاح حرام ہے)	سورہ النساء: ۲۲-۲۳	۳-۴
مشرکہ سے نکاح کی ممانعت	سورہ نور: ۳	۶ھ
باندیوں سے نکاح کی اجازت	سورہ نور: ۲۴-۲۵	ایضاً
بیویوں سے نکاح کی اجازت	سورہ النساء: ۲۵	۳-۴ھ
بیویوں سے اختلاف اور مصالحت	سورہ النساء ۳۵-۱۲۸-۱۲۹	۳-۴ھ
طلاق اور خلع کے احکام	سورہ بقرہ: ۱۲۹-۲۳۲	۲ھ
طلاق کے مزید احکام	سورہ طلاق: ۱	۲ھ
حیض کے احکام	سورہ بقرہ: ۲۲۲	۲ھ
حیض کے احکام	سورہ طلاق: ۴	۲ھ
عدت کے احکام	سورہ بقرہ: ۲۲۸-۲۳۵	۲ھ
عدت کے احکام	سورہ طلاق: ۴-۶	۲ھ
مہر کے احکام	سورہ بقرہ: ۲۳۶-۲۳۷	۲ھ
رضاعت کے احکام	سورہ بقرہ: ۲۳۳	۲ھ
رضاعت کے احکام	سورہ طلاق: ۶	۲ھ
ایلاء کے احکام	سورہ بقرہ: ۱۲۶	۲ھ
قذف	سورہ نور: ۴	۶ھ
لعان	سورہ نور: ۶	ایضاً
ظہار	سورہ مجادلہ: ۲-۴	۵ھ

نظام منزل کے مسائل بھی اسی باب میں شامل ہیں۔ کیونکہ معاشرتی اعتبار سے وہ اس کے قریب ہیں

قتل اولاد کی ممانعت	سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۱	سن نزول ۱۲ نبوی
ایضاً	انعام: ۱۵۲	ایضاً
والدین کا احترام	سورہ بنی اسرائیل: ۲۴	ایضاً
گھر میں داخل ہونے کیلئے اجازت	سورہ نور: ۵۸-۶۱	۶ھ
پردہ کے احکام	احزاب: ۵۹	۵ھ
آنکھیں نیچی رکھنا	سورہ نور: ۳۱	۶ھ
یتیموں کی سرپرستی	سورہ بقرہ ۲۳۰	۲ھ
ایضاً	نساء: ۲-۹	۳-۴ھ
وراثت کے احکام	نساء: ۲-۱۲، ۱۷۶	ایضاً

چوتھا باب معاملات

عہد کی پابندی	سورہ توبہ ۱-۴	۹ھ ۱۵۶
ایضاً	سورہ نحل: ۹۱-۹۲	مکہ کا آخری دور
رشوت اور حرام مال	سورہ بقرہ: ۱۸۳	۲ھ
نزدیکی رشتہ داروں کا طعام	نور: ۶۱	۶ھ
تجارت اور سود کا فرق	سورہ بقرہ: ۱۷۵	۲ھ
قرض کے احکام	سورہ بقرہ: ۲۸۲	ایضاً
رہن	سورہ بقرہ: ۲۸۳	۲ھ
بوقت جمعہ تجارت کی ممانعت	سورہ جمعہ: ۹	۲ھ
پورا ناپ تول	سورہ مطففین: ۱	مکہ کا ابتدائی دور
ایضاً	انعام: ۱۵۲	۱۲ نبوی
یتیم کے مال کی حرمت	سورہ نساء: ۶	۳-۴ھ
ایضاً	انعام: ۱۵۳	۱۲ نبوی

پانچواں باب احکام سلطانیہ

جہاد کی ترغیب	سورہ حج:۴۰	ہجرت مدینہ سے متصل ۱۵۶
ایضاً	سورہ بقرہ:۱۹۰-۱۹۴	۲-۳ھ
پسپائی کی ممانعت	انفال:۱۵-۱۶	سن نزول ۲ھ
قتال کی مدت	انفال:۳۹	ایضاً
جہاد کا مقصد	النساء:۷۵	۳-۴ھ
مصالحت	النساء:۹۰	ایضاً
ایضاً	انفال:۶۰	۲ھ
جہاد کا سبب	توبہ:۱۲	۹ھ
جہاد اور جزیہ	توبہ:۲۹	ایضاً
جنگی قیدی	انفال:۶۷	۲ھ
ایضاً	سورہ محمد:۴۷	۱-۲ھ
مال غنیمت کی تقسیم	انفال:۴۱	۲ھ
غنیمت میں خیانت	سورہ آل عمران:۱۶۱	۲-۳ھ
فئی کا مال	سورہ حشر:۷	۴ھ
مشاورت	شوری:۳۸	۶ نبوی
ایضاً	سورہ آل عمران:۱۵۹	۲-۳ھ
معاہدہ شکنی کا جواب	سورہ توبہ:۱۲	۹ھ

چھٹا باب۔ تعزیرات

قتل اور معافی	سورہ بقرہ:۱۷-۱۸۹	
دیت و کفارہ	سورہ النساء:۹۲	۳-۴ھ
زنا میں سو کوڑے	نور:۲	۶ھ
قذف میں اسی کوڑے	نور:۴	ایضاً
چوری میں ہاتھ کاٹنا	سورہ مائدہ:۳۸	۷ھ
ڈاکہ کی سزائیں	سورہ مائدہ:۳۳	ایضاً

بائیکاٹ۔غزوہ تبوک میں عدم شرکت کی وجہ سے	سورہ توبہ:۱۰۶	۹ھ
بائیکاٹ۔ نافرمان بیوی سے	سورہ النساء:۳۴	۳-۴ھ
مارپیٹ نافرمان بیوی کی	ایضاً	ایضاً
ظہار کے سزا میں تین قسم کے کفارے	مجادلہ:۴	۵ھ
قسم توڑنے پر چار قسم کے کفارے	سورہ المائدہ:۸۹	۷ھ
قانون شہادت	سورہ المائدہ:۸	ایضاً
عورتوں کی شہادت	سورہ البقرہ:۲۸۲	۲ھ

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مکہ میں چند احکام ہی نازل ہوئے۔جبکہ بقیہ تمام احکام ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہوئے۔ بالخصوص ۲-۷ ھ میں۔سورتوں کے لحاظ سے دیکھیں تو سورہ مائدہ میں ماکولات کے احکام" سورۃ بقرہ ، نساء، طلاق، احزاب اور نور میں گھریلو معاملات کے مسائل سورہ انفال میں جنگ وجہاد کے احکام زیادہ ہیں۔ بقیہ سورتوں میں احکامات کا بیان کم ہے۔

قرآن کے بہت سے احکام مسلمانوں یا غیر مسلموں کے سوالات پر نازل ہوئے۔ ملاحظہ ہو سورہ بقرہ کی آیات نمبر۱۸۹، ۲۱۷، ۲۲۲، وغیرہ۔وہ احکام جو بغیر کسی واقعہ یا سوال کے نازل ہوئے۔ان کی تعداد بہت کم ہے۔بلکہ ہم کو کوئی ایسا نظر حکم نہیں آتا۔ جس کے متعلق مفسرین نے کوئی ایسا واقعہ بیان نہ کیا ہو جو اس کا شان نزول بنے۔(۱۶۱)

محمدی شریعت کی خصوصیات

سہل: اس سے مراد وہ آسانی ہے جو کسی آسمانی دین کے نظام اور اس کے حدود وقیود میں رہتے ہوئے انسانوں کو میسر ہے۔ورنہ دین کی پابندیوں سے نکل کر جو کچھ حاصل ہوتا ہے ۔وہ آسانی نہیں بلکہ آزادی" بے لگامی اور بے راہ روی ہے۔ اس آزادی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ذاتی اغراض یا معاشرتی الجھنوں سے بچنے کیلئے بظاہر دین کا لیبل قائم رکھا جائے۔اور پھر اپنے اباحت پسندی کے نظریہ سے ہر چیز کو جائز قرار دے دیا جائے اور اس طرح دینی پابندیوں کا خاتمہ کردیا جائے۔

بہرحال سابقہ شرائع بالخصوص موسوی شریعت سے موازنہ کریں تو محمدی شریعت نسبتاً آسان ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"یریداللہ ان یخفف عنکم(١٦٢) اللہ تم پر تخفیف کا ارادہ رکھتاہے۔

جیسا کہ روزہ کی طاقت نہ رکھنے والوں کو حکم دیا کہ وہ روزوں کے بدلے مساکین کو کھانا کھلادیں۔
اس موقعہ پر بھی ارشاد فرمایا:
یرید الله بکم الیسرولایریدبکم العسر (۱۶۳)(اللہ تمہارے لئے آسانی کاارادہ کرتاہے نہ کہ تنگی کا)
اسی مفہوم کو حضورﷺ نے اس طرح ادا کیا۔ میں آسان سہل روشن حنیفی دین دے کر بھیجا گیاہوں(۱۶۴)اس کا عملی مظاہرہ اس وقت ہوا۔ جب ایک شخص نے حضورﷺ سے شکایت کی کہ فلاں شخص، امام کی لمبی قرات کی وجہ سے فجر کی نماز باجماعت نہیں پڑھتا۔ یہ سن کر حضورﷺ کو سخت غصہ آیا اور فرمایا تم میں سے بعض لوگ نماز سے نفرت پیدا کرتے ہیں۔ امام کو نماز میں اختصار کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے مقتدی کمزور، بوڑھے اور ضرورت مند ہوتے ہیں۔(۱۶۵)
محمدی شریعت کے اس سہل پن کو ہم تین حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

i۔ سہل احکام: یعنی احکام بذات خود آسان ہیں۔ مثلاً موسوی مذھب میں سبت کے تمام دن کام کرنے کی ممانعت ہے۔ جبکہ محمدی شریعت میں جمعہ کے روز تھوڑے سے وقفے کیلئے کام کی بندش ہے۔ پھر حسب معمول زندگی رواں دواں ہے۔ اسی طرح موسوی مذہب میں حائضہ عورت، جریان کے مریض اور کوڑھ کے مریض کو ناپاک قرار دے کر بہت سی معاشرتی الجھنیں پیدا کردی گئیں جبکہ اسلام میں اس طرح کا کوئی تصور نہیں۔

ii۔ متبادلات کی سہولت: یعنی موسوی شریعت کی طرح کسی جرم پر صرف ایک ہی سزا یا کفارہ نہیں بلکہ بہت سے متبادلات ہیں۔ اگر ایک صورت اختیار نہ کرسکے تو دوسری یا تیسری کرلے۔ مثلاً قتل میں قصاص ہے۔ معافی ہے" دیت ہے۔ جبکہ موسوی مذھب میں دیت کا تصور نہ تھا۔ اسی طرح قسم توڑنے اور ظہار کا کفارہ ادا کرنے کیلئے کئی قسم کے متبادلات ہیں۔

iii۔ مشقت پسندی کی ممانعت: بعض اوقات انسان غلط فہمی یا خوش عقیدگی میں آکرمذھب کے بہانے سے اپنے لئے مشکلات پیدا کرلیتا ہے اور پھر ان کو شریعت سمجھتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے خانہ کعبہ تک پاپیادہ جانے کی نذرمانی اور اس کو ثواب کا کام سمجھا۔ حضورﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ شخص اپنی جان عذاب میں ڈالے۔ پھر آپ نے اسے سواری پر جانے کا حکم دیا(۱۶۶)اسی طرح مشہور واقعہ ہے کہ تین اشخاص حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور حضورﷺ کے معمولات سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد ایک نے اپنی ذات پر شادی کی ممانعت کرلی۔ دوسرے نے تمام رات عبادت کرنے اور تیسرے نے مسلسل روزوں کی پابندی

لگائی۔ حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے ان کو منع کیا(۱۶۷) اس طرح حضور ﷺ نے خودساختہ مشقتوں اور ریاضتوں کا اسلام میں داخلہ بند کردیا۔

۲۔ تدریج : محمدی شریعت تقریباً ۲۲ سال میں بتدریج نازل ہوئی۔ جبکہ موسوی شریعت میں اہم احکام کا مجموعہ یک لخت نازل ہوا" کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے اور احکامات کی ایک دستاویز لے کر آگئے۔ یک لخت مطالبات کی فہرست پیش کرنا انسانی فطرت پر بوجھل بنتا ہے۔ اگر وہی احکامات بتدریج پیش کیئے جائیں تو انسانی فطرت مانوس ہوتی چلی جاتی ہے اور اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ بالخصوص اگر یہ احکام خود انہی کے سوالات کے بعد بتلائے جائیں تو تسلیم ورضا کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت حالات مکمل سازگار ہوتے ہیں۔ یعنی ماحول بننے اور زمین تیار ہونے کے بعد بیج ڈالا گیا۔ ان احکامات کے تدریجی نزول کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔

تدریج کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک ہی حکم کی تکمیل تدریجی اندازمیں ہو۔ مثلاً نماز پہلے ایک تھی۔ پھر دو پھر تین اور پھر ان کی تعداد پانچ ہوئی۔ پہلے دو رکعتیں تھیں پھر چار ہوئیں۔ اسی طرح شراب اور جوئے کی حرمت بھی بتدریج تین مرحلوں میں ہوئی۔

۳۔ جامعیت : محمدی شریعت انسانی ضرورت سے متعلق تمام احکام ومباحث پر مشتمل ہے۔ اس جامعیت کے بھی متعدد پہلو ہیں۔

۱۔ تمام اقسام کی ظاہری عبادات اور دیگر احکام پر حاوی ہیں۔ مثلاً نماز روزہ، زکواۃ، حج، ماکولات، مناکحات، معاشرت، احکام سلطانیہ اور عقوبات۔ ان کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ظاہری عبادات کی پھر دو قسمیں ہیں۔ روزہ انفرادی عبادت ہے۔ حج اجتماعی عبادت ہے۔ نماز انفرادی بھی ہوسکتی ہے اور اجتماعی بھی۔ پھر ان عبادات میں نماز اور روزہ جسمانی عبادت ہے۔ زکواۃ مالی عبادت ہے۔ جبکہ حج کی عبادت جسمانی بھی ہے اور مالی بھی۔

جامعیت کی ایک شکل یہ ہے کہ ظاہر کے ساتھ ساتھ باطنی وقلبی عبادات بھی ہیں۔ مثلاً تقویٰ، اخلاص توکل، صبر اور شکر۔(۱۶۸) جبکہ موسوی شریعت میں ظاہری عبادات اور عیسوی شریعت میں باطنی عبادات پر زور تھا۔

عبادات سمیت دیگر ابواب کے احکام تمام احوال پر مشتمل ہیں۔ یعنی انسان کبھی بااختیار ہوتا ہے اور کبھی خارجی موانع کی وجہ سے بے اختیار ہوتا ہے۔ اگر بیرونی مانع انسان کی طرف سے ہو تو اکراہ وجبر کے احکام ہیں ورنہ اضطرار کے احکام ہیں۔ اسی طرح ضعیف، معذور اور مسافر کیلئے الگ الگ احکام ہیں۔

عقوبات میں آئیں تو تمام قسم کی سزائیں موجود ہیں۔ یعنی قتل، سنگساری، صلیب، ہاتھ کاٹنا، کوڑے مارنا، جلاوطن کرنا، بائیکاٹ، دیت، کفاروں کی مختلف صورتیں (مثلاً آزاد کرنا، کھانا کھلانا، کپڑے پہنانا، روزے رکھنا) نااہل قرار دینا (قاذف کا مردود الشہادۃ ہونا)

اس طرح سزاؤں کی بحث میں، جسمانی، مالی اور ذہنی سزائیں جمع ہیں۔

جامعیت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس میں دنیوی سزا کے ساتھ اخروی سزا کا بھی ذکر ہے۔ مثلاً ڈاکوؤں کی دنیوی سزا بیان کرنے کے بعد کہا۔ یہ ان کی دنیاوی رسوائی ہے۔ اور آخرت میں ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔ اسی طرح قاتل پر قصاص ہے اور پھر آخرت میں جہنم کی سزا ہے۔(۱۶۹) یعنی انسان کے اندرونی اور بیرونی دونوں محاذوں کی برائی کا قلع قمع کرنے کی کوشش کی۔ نیکی پر دنیوی انعامات بھی ہیں اور اخروی بشارتیں بھی۔ اسی لئے دعا سکھائی گئی:

"ربنا آتنافی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقناعذاب النار"(۱۷۰)

اس کے برعکس موسوی مذہب میں نیکی و بدی پر صرف دینوی جزاوسزا ہے اور عیسوی مذہب میں صرف اخروی سزا کا ذکر ہے۔

۴۔سادگی: محمدی شریعت سادگی کا مکمل نمونہ ہے۔ جو ہر قسم کے تصنع اور تکلف سے پاک ہے۔ مسجد نبوی ایک کچی عمارت تھی۔ نماز پڑھنے اور پڑھانے کیلئے کسی مخصوص لباس اور وردی کی ضرورت نہیں۔ قربانی کیلئے کوئی تکلف نہیں۔ حج کیلئے ایک مخصوص لباس ضرور ہے۔ مگر وہ تکلف سے اس قدر دور ہے کہ انسانی تمدن کی بالکل ابتدائی شکل کی یاد دلاتا ہے۔ روزہ غیر مرئی عبادت ہے۔ دوسری طرف موسوی شریعت میں معبد کی تزئین و آرائش، کاہن کے مخصوص لباس" روشنی کیلئے زیتون کا تیل، اور قربانی کی پیشی میں ایسے تکلفات ہیں کہ پڑھنے والا خیال کرتا ہے۔ یہ وسیع انتظامات کسی عبادت کی ادائیگی کیلئے ہیں یا کسی شاہی تقریب کا اہتمام ہے۔ جو نمائش اور دکھلاوے سے بھرپور ہے۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اسلامی عبادات میں بیرونی تاثرات اور خارجی کشش کی کوئی چیز نہیں۔ دیگر مذاہب نے اپنی عبادتوں کو سازو ترنم کے ذریعے دلفریب، پرکشش اور پر رعب بنایا۔ مگر اسلام نے سادگی کا راستہ اپنایا۔ چونکہ یہاں ہر نفس کی اپنی آواز اور روح کی پکار ہے۔ اس لئے اس کا فطری انداز، سب تکلفات سے بے نیاز ہے۔

۵۔ توسط سے آزاد: محمدی شریعت میں عبادات و مناجات کیلئے مخلوق کا اپنے خالق کے ساتھ براہ راست تعلق ہے۔ ہر بندہ اپنے خدا سے خود مخاطب ہے۔ ارشاد باری ہے:

ادعونی استجب لکم(۱۷۱) (تم مجھے پکارو۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔)

اگر کوئی شخص صدقہ وزکواۃ دینا چاہتا ہے تو براہ راست دے دے۔ قربانی خود پیش کرے۔ درمیان میں کسی کاہن یا پنڈت کو واسطہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ یہاں مفت خود کاہنوں اور عبادت گاہوں کے خادموں کا دخل نہیں۔

اسی طرح اگر خطاو غلطی کا معاملہ ہے تو اپنے مقدمہ کی وکالت خود کرے۔ خدا کے حضور گڑگڑائے اور استغفار کرے۔ تعلیمات اسلامیہ کو یاد رکھے کہ:

"واستغفروا ربکم ثم توبوا الیہ(۱۷۲) اپنے رب سے استغفار کرو۔ پھر اس کی طرف توبہ کرو۔)

جبکہ یہودی شریعت میں حکم ہے۔ اگر کوئی خدا کا قصور کرے۔ بے عیب مینڈھا قربانی کے طور پر کاہن کے پاس لائے اور وہ خدا کے حضور قربانی کرے(۱۷۳)یہی صورت حال عیسوی مذہب کی ہے۔ مگر شریعت اسلامیہ نے توسط کا خاتمہ کر کے مذہبی ٹھیکیداروں کی اجارہ داری کا خاتمہ کر دیا۔ اسی مفہوم کو علامہ اقبال نے اس انداز میں پیش کیا۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے

پیران کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو (۲۲)

۶۔ توہم سے پاک: اسلامی شریعت ہر قسم کی توہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی سے نہ صرف یہ کہ پاک ہے، بلکہ اس کے مخالف ہے۔ یہاں تو فال گیری کی بھی ممانعت ہے۔ اس میں حرم اور مسجد جیسے مقامات کو تقدس تو حاصل ہے مگر کسی قسم کی بلاؤں، بدروحوں یا ناپاکی و پلیدی کا کوئی متعدی قسم کا تصور نہیں، جبکہ دیگر مذاہب میں اس قسم کے نظریات موجود ہیں۔ جگہ اور مکان کے متعلق توہم کی مثال، توراۃ کا یہ حکم ہے۔ اگر کسی گھر میں کوڑھ کی بلا ہو تو کاہن اس گھر کو سات دنوں کیلئے بند کر دے۔ اس مکان کی دیواریں چھیل دے" پہلے پتھروں کی جگہ نئے پتھر لگائے اگر پھر بھی بلا نہ نکلے تو تمام گھر کو گرا دے۔ (۱۷۴)انسان کے متعلق بھی اسی قسم کی توہم پرستی ہے۔ مثلاً جو کوڑھی اس بلا میں مبتلا ہو وہ ناپاک رہے گا۔ ساتویں دن تمام بال، ابرو بھی کٹوائے، نہائے، کپڑے دھوئے، پھر پاک ہو گا(۱۷۵)

یہی کیفیت عیسوی شریعت کی ہے۔ جہاں مافوق الفطرت قوت فرض کر لی گئی۔ مثلاً ایک آدمی جس میں بدروحیں تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملا۔ آپ نے بدروحیں نکالیں۔ پھر وہ بدروحیں آپ کے حکم سے سوروں کے اندر چلی گئیں(۱۷۶)مزید لطف یہ کہ ان بدروحوں کا سردار بھی فرض کر لیا گیا اور اس کا نام بھی رکھا گیا یعنی بعلزبول(۱۷۷)

۷۔ حضری مسائل: محمدی شریعت نسبتاً جدید ہے اور حضری مسائل پر مشتمل ہے۔ مثلاً عبادات میں حج ہے۔ جو کہ دنیا میں اجتماعیت کا سب سے بڑا مظاہرہ ہے۔ معاشرت میں طلاق اور مصالحت کے

مسائل۔ عدت" رضاعت اور خلع کے احکام، قرض کی تحریر، مال غنیمت کی تقسیم وغیرہ۔ جبکہ موسوی شریعت، محمدی شریعت کی نسبت ۲۲۰۰سال قدیم ہے اور اس کا بڑا حصہ حضری مسائل بیان کرتا ہے۔ یعنی جانوروں کے احکام، قربانی کی تفصیلات اور کھیت کے مسائل وغیرہ۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ دین اسلام کی عمر ابھی ۱۴۰۰سال ہے اور اپنے عالم شباب میں ہے۔ جبکہ دیگر ادیان کی عمریں ہزارہا برس کی ہیں اور وہ بوڑھے ہوچکے ہیں۔

۸۔شارع صرف اللہ ہے: اسلام میں تحلیل وتحریم صرف اللہ کا حق ہے۔ جو کوئی اللہ تعالی کے احکام کو حلت وحرمت معلوم ہونے کے بعد ان کے خلاف کسی دوسرے کے قول کو واجب الاتباع سمجھے وہ گویا اس کی عبادت کرتا ہے اور شرک میں مبتلا ہے (۱۷۸)عام لوگوں کو حکم ہے۔ اللہ کی پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ(۱۷۹)اور یہی حکم پیغمبر کی اپنی ذات کو بھی ہے۔ مثلاً حضورﷺ کی گھریلو زندگی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ بعض بیویوں کی خوشنودی کیلئے شہد کو حرام کیا تو اللہ کی طرف سے ڈانٹ نازل ہوئی۔ اور آپ کو حکم ہوا کہ اپنی قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کریں اور حرام کردہ چیز کو حلال ٹھہرائیں(۱۸۰)امام رازی، اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

"الاستفهام بمعنى الانكار من اللّٰہتعالی نهى وتحريم الحلال مكروه والحلال لا يحرم الا بتحريم الله"(۱۸۱)

(استفہام انکار کے معنی میں ہے اور اللہ کا انکار نہی ہوتا ہے۔ حلال کو حرام کرنا مکروہ ہے۔ حلال صرف اللہ کے حرام کرنے سے ہی حرام ہوتا ہے۔)

۹۔مبادیات: محمدی شریعت میں مختلف احکام کیلئے مبادیات ہیں۔ یعنی اوامر ونواہی میں اصل حکم کی تعمیل سے قبل ابتدائی اقدامات رکھے گئے ہیں۔ مثلاً نماز کیلئے وضو، روزہ کیلئے سحری، زکواۃ کیلئے نصاب، حج کیلئے احرام، طلاق دینے سے قبل مصالحت کی کوشش۔ اسی طرح منہیات میں اللہ کا حکم ہے کہ ان کے قریب نہ جاؤ۔ یہ الفاظ قرآن میں متعدد مقامات پر موجود ہیں۔ مثلاً حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو حکم ہوا کہ اس درخت کے قریب نہ جاؤ۔(۱۸۲) یہ نہیں کہا کہ اس درخت کا پھل نہ کھاؤ۔ نیز مجموعی طور پر بھی حکم ہے:

"تلک حدود الله فلا تقربوها(۱۸۳) (یہ اللہ کی حدود ہیں۔ ان کے قریب نہ جاؤ۔)

پھر اسی بنیاد پر فقہاء نے سد ذرائع کا کلیہ بنایا یعنی بعض چیزیں اپنی ذات میں ناجائز یا ممنوع نہیں۔ لیکن جب خطرہ ہو کہ ان کے اختیار کرنے سے ناجائز کام میں مبتلا ہوجائے گا تو اس جائز چیز سے بھی روک دیا جاتا ہے۔(۱۸۴)

حوالہ جات

۱۔ مفردات امام راغب، بذیل مادہ

۲۔ سورہ بقرہ:۳۸

۳۔ سورہ انعام:۹

۴۔ سورہ شوریٰ:۱۳

۵۔ مفردات امام راغب، بذیل مادہ

۶۔ سورہ آل عمران:۹۵

۷۔ سورہ یوسف:۳۷

۸۔ سورہ انعام:۱۵۴

۹۔ سورہ مائدہ:۴۴

۱۰ سورہ بقرہ:۱

۱۱۔ سورہ اعراف:۱۵۷

۱۳۔ سورہ شوریٰ:۱۳

۱۴۔ قصص الانبیاء:۱:۸۳ از عبدالوحید مکہ ایڈیشن

۱۵۔ سورہ ذاریات:۵۶

۱۶۔ الجامع لاحکام القرآن:۱:۱۶۹ للقرطبی

۱۷۔ احکام القرآن:۳:۳۰ للجصاص

۱۸۔ الجامع لاحکام القرآن:۹:۸۷

۱۹۔ سورہ بقرہ:۱۸۴

۲۰۔ خازن لباب التنزیل فی معانی التنزیل، صدرالدین علی بن محمد، مکتبہ ازھر، ۱:۱۰۹

۲۱۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، بذیل مضمون روزہ (Fasting)

۲۲۔ بال جبریل، نظام "فرمانِ خدا" علامہ اقبال

۲۳۔ الجامع لاحکام القرآن:۲:۴۰۴

۲۴۔ البدایہ والنھایہ، ابن کثیر نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱:۱۸۰

۲۵- سورہ مائدہ:۲۸

۲۶- الجامع لاحکام القرآن:۶:۱۴۶

۲۷- بنی اسرائیل:۳۲

۲۸- الجامع لاحکام القرآن:۳:۲۰۰

۲۹- سورہ مؤمنون:۵۱

۳۰- الجامع لاحکام القرآن:۱:۲۶۴

۳۱- بائیبل پیدائش،۱:۲۹

۳۲- البدایہ والنھایہ،۱:۱۷۸، نفیس اکیڈمی، کراچی۔

۳۳- الجامع لاحکام القرآن:۲:۴۰۱

۳۴- سورہ مائدہ'۲۹

۳۵- فہرست لابن ندیم، محمد بن اسحاق، مکتبہ تجاریہ الکبیر مصر،۵۸

۳۶- سورہ شوریٰ:۱۳

۳۷- تاریخ ابن خلدون، ابوزید ولی الدین عبدالرحمن، نفیس اکیڈمی "۱:۱۳۷

۳۸- بائیبل، پیدائش،۹:۶

۳۹- البدایہ والنھایہ، ابن کثیر، نفیس اکیڈمی، کراچی،۱:۱۶۴

۴۰- لسان العرب، ابن منظور، مکتبہ مصر، بذیل مادہ

۴۱- تاریخ ابن خلدون،۱:۳۸، نفیس اکیڈمی کراچی

۴۲- بائیبل، پیدائش،۸:۲۰

۴۳- معارف القرآن، مفتی محمد شفیع،۵:۴۱

۴۴- قصص القرآن، حفظ الرحمن سیوہاروی،۱:۶۴

۴۵- الجامع لاحکام القرآن:۳:۳۱

۴۶- قصص القرآن، حفظ الرحمن سیوہاروی،۱:۶۴

۴۷- الجامع لاحکام القرآن:۱:۳۲

۴۸- قصص القرآن، حفظ الرحمن سیوہاروی،۱:۹۵

۴۹- سورہ اعراف:۶۹

۵۰۔ قصص القرآن، حفظ الرحمن سیوہاروی، ۱:۱۰۴
۵۱۔ ایضاً
۵۲۔ تاریخ ارض القرآن، سید سلیمان ندوی، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، ۱:۱۸
۵۳۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید قاسم محمود، شاہکار بک فاؤنڈیشن، بذیل ابراہیم
۵۴۔ سیرت النبی، سلیمان ندوی، ۵:۲۷
۵۵۔ فہرست لابن ندیم: ۵۸
۵۶۔ سورہ اعلیٰ: ۱۹
۵۷۔ تفسیر خازن، ۱:۷۹
۵۸۔ ایضاً، ۱:۲۶۷
۵۹۔ پیدائش (بائیبل)، ۱۲:۱۴
۶۰۔ سورہ اعلیٰ: ۱۵
۶۱۔ بائیبل، پیدائش، ۱۲-۷، ۱۴-۱۸
۶۲۔ قصص القرآن، ۳:۵۰
۶۳۔ سورہ صفت: ۱۰۶
۶۴۔ بائیبل، پیدائش، ۲۱:۳
۶۵۔ تفسیر خازن، ۱:۸۶
۶۶۔ بائیبل، پیدائش، ۱۷:۱۵
۶۷۔ ایضاً، ۲۸-۲۲
۶۸۔ ایضاً، ۳۸-۱۸
۶۹۔ ایضاً، ۴۸-۲۰
۷۰۔ ایضاً، ۲۰-۱۳
۷۱۔ ایضاً، ۲۹-۲۲
۷۲۔ سورہ عنکبوت، ۲۹
۷۳۔ الجامع لاحکام القرآن: ۹:۳۳۴
۷۴۔ بائیبل، پیدائش، ۲۹:۲۴

۷۵- ایضاً،۱۲:۷
۷۶- اسلامی انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، بذیل موسیٰ
۷۷- سورہ شوریٰ:۱۳
۷۸- فہرست لابن ندیم:۵۸
۷۹- سورہ اعلیٰ:۱۹۰
۸۰- معارف القرآن، سورہ یونس، بذیل آیت:۸۷
۸۱- بائیبل، خروج،۳:۱۹
۸۲- سورہ بقرہ:۱۹
۸۳- بائیبل، خروج،۳:۸
۸۴- ایضاً،۲۴:۴
۸۵- ایضاً،۳۴:۱
۸۶- سورہ انعام:۱۵۵
۸۷- خروج،۳۴:۳۸
۸۸- بائیبل، احبار،۱۶:۲۹
۸۹- ایضا،۱:۳۱
۹۰- بائیبل، خروج،۳۰،۱۳:۱۰
۹۱- تفسیر خازن،۱:۲۰
۹۲- روح المعانی، علامہ آلوسی ابوالفضل محمد شہاب الدین، مکتبہ رشیدیہ" ، مصر،۹:۸۱
۹۳- بائیبل، احبار،۱۱:۱۹
۹۴- ایضاً،۱۸:۱۹
۹۵- بائیبل استثناء۱۸-۱۷
۹۶- ایضاً۲۲-۱۸
۹۷- بائیبل، گنتی،۵-۲۶
۹۸- بائیبل، خروج،۲۲-۱۶
۹۹- ایضاً،۲۳-۹

۱۰۰- احبار،۱۹-۱۹

۱۰۱- بائیبل،استثناء،۲۴-۱۰

۱۰۲- ایضاً،۲۲-۲

۱۰۳- ایضاً،۱۸-۱۲

۱۰۴- ایضاً،۲۰-۱۴

۱۰۵- خروج،۳۱-۲۵

۱۰۶- بائیبل،استثناء،۱۹-۴

۱۰۷- بائیبل،احبار،۲۵-۲۲

۱۰۸- بائیبل،خروج،۲۲-۱۸

۱۰۹- استثناء،۱۲-۱۷

۱۱۰- ایضاً،۱۳-۵

۱۱۱- ایضاً،۲۲-۱۸

۱۱۲- احبار،۱۹-۲۰

۱۱۳- خروج،۲۷-۱۲

۱۱۴- ایضاً،۲۸-۷

۱۱۵- بائیبل،متی،۶-۱۳

۱۱۶- بائیبل،گنتی،۸-۸

۱۱۷- ایضاً،۳-۴

۱۱۸- بائیبل،احبار،۶-۲۷

۱۱۹- استثناء،۱۸-۱۳

۱۲۰- احبار،۱۶-۲۱

۱۲۱- ایضاً،۲۶-۲۱،۲۰-۲۱

۱۲۲- ایضاً۱۲-۵

۱۲۳- ایضاً،۲۷-۱۸

۱۲۴- ایضاً،۱۱-۱۴

۱۲۵۔ سورہ مائدہ:۶۰

۱۲۶۔ بائیبل، گنتی ۱۵-۳۶

۱۲۷۔ احبار ۲۵-۲

۱۲۸۔ خروج ۱۹-۶

۱۲۹۔ پیدائش ۳-۱۷

۱۳۰۔ خروج ۲۱-۳۲

۱۳۱۔ سورہ شوریٰ، ۱۳

۱۳۲۔ سورہ آل عمران:۵۰

۱۳۳۔ بائیبل، متی ۱۲-۸

۱۳۴۔ ایضاً ۵-۳۴

۱۳۵۔ ایضاً ۵-۳۹

۱۳۶۔ ایضاً ۵-۱۷

۱۳۷۔ ایضاً ۴-۴

۱۳۸۔ بائیبل، یوحنا ۱۹-۴۱

۱۳۹۔ بائیبل، متی ۱۳-۴۹

۱۴۰۔ متی، ۵

۱۴۱۔ ایضاً، ۲۲-۴۰

۱۴۲۔ یوحنا، ۸-۱۱

۱۴۳۔ ایضاً ۲۰-۲۲

۱۴۴۔ متی ۱۸-۲۰

۱۴۵۔ تفسیر ابن کثیر، زیر آیت ۳۱ سورہ توبہ

۱۴۶۔ سورہ النساء:۴۶

۱۴۷۔ سورہ بقرہ:۴۲

۱۴۸۔ سورہ بقرہ:۴۷

۱۴۹۔ سورہ بقرہ:۸۰، سورہ مائدہ:۱۸